عزت
(ناول)
نجم السحر کاظمی

(ناول)

نجم السحر کاظمی

اظہار سنز

۲۰۱۶ء

نام کتاب : عزت

مصنفہ : نجم السحر کاظمی

ناشر : سید محمد علی انجم رضوی
اظہار سنز ۱۹۰۔ اُردو بازار لاہور
فون: ۰۴۲۔۳۷۲۳۰۱۵۰
سیل : ۰۳۰۰۴۱۰۶۳۵۷
ای میل : izharsons_2004@hotmail.com

طابع : سید اظہار الحسن رضوی
اظہار سنز پرنٹرز، لاہور

قیمت : ۲۰۰ روپے

انتساب

بڑی بہن عفت شاہانہ

کے نام

نہ ہارا ہے عشق نہ دُنیا تھکی ہے

دیا جل رہا ہے ہوا چل رہی ہے

دیباچہ

ناول ''عزت'' کی مصنفہ نجم السحر کاظمی کی پہلی کوشش ہے۔ مصنفہ ایک باصلاحیت، محبِ وطن اور پُر خلوص شخصیت کی مالکہ ہیں۔ اُنھوں نے اپنی تحریر کے ذریعے ایک پیغام دیا ہے۔ اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ نئی نسل کو اُس وقت کی مشکلات اور مصائب کے بارے میں بتا کر نہ ہی آزادی اور اپنے وطن کی اہمیت کا احساس دلایا ہے جس کو اکثریت نے فراموش کر دیا ہے۔ آج کی نئی نسل اس کو بھولے ہوئے خواب کی مانند جانتے ہیں۔ مصنفہ کی تحریر سے اُن کا علم و ادب کا شعور، تاریخ اور وطنِ عزیز سے گہرا لگاؤ جھلکتا ہے۔ محبت، لگن اور والہانہ جذبہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہونے کی خصوصیت پاکستان کے وجود میں آنے کے حالات ۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۶ء ایک قابلِ قدر کتاب ہے۔ دل چسپ اور پُرکشش تحریر ہے۔ تمام مسائل اور رشتوں کی خوب صورتی کو مصنفہ نے اس طرح اُجاگر کیا ہے جیسے موتیوں کی خوب صورت مالا۔ اس کتاب میں رشتوں کا تقدس الفاظ کے ذریعے ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔

وطنِ عزیز کی بے پناہ محبت اور اپنے بزرگوں کے لازوال جذبوں سے متاثر ہو کر قلم اُٹھانے کی ہمت کی گئی اور نئی نسل کو حب الوطنی کا درس دینے کی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنفہ کو اس نیک مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین!

سیّد گلزار حسین

غضنفر علی شاہ کی والدہ کا انتقال تو بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ غضنفر کے والد ماجد علی شاہ نے جلد ہی دوسری شادی کر لی تھی یکے بعد دیگرے اللہ نے تین بیٹوں سے نوازا تو سوتیلی ماں نادرہ بیگم کا رویہ جو کہ شروع میں ہی کچھ اچھا نہ تھا اپنی اولاد ہو جانے کے بعد اور بھی خراب ہو گیا تھا اُن کی لگائی بجھائی کی وجہ سے غضنفر ماں کے وجود سے تو پہلے ہی محروم تھا اب پ کے ہوتے ہوئے اُن کی بھی لا پرواہی کا شکار ہو گئے اور اب ماجد علی شاہ کے انتقال کے بعد یہاں پر کوئی سگا رشتہ موجود نہیں تھا جو کہ ان کی دل جوئی کرتا دلاسا دیتا۔ ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے سارہ کی والدہ جو غضنفر کی سگی خالہ بھی تھی۔ غضنفر کو انھوں نے اپنی پُر شفقت آغوش میں لے لیا اور بھانجے کا تعلیمی سلسلہ بھی والد کی عدم دل چسپی کی وجہ سے ٹھیک نہیں تھا انھوں نے اپنے شوہر شجاع خان جو آغا جی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے پارٹنر جگدیش کے ساتھ اُن کا کپڑے کا کاروبار تھا۔ بہت زیادہ مال دار تو نہیں تھے لیکن اچھا کاروبار چل رہا تھا۔ مالی طور پر خوش حال اور سب سے بڑی بات قناعت پسند تھے اور انتہائی اچھے دل کے مالک تھے۔ مریم خاتون اور شجاع دونوں ہی بہت اچھے تھے۔ اللہ پاک نے انھیں اپنی رحمتوں یعنی پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا وہ دونوں اپنی بیٹیوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے بیٹا نہیں ہوا۔ اکثر مریم خاتون بیٹے کی محرومی پر اُداس ہو جاتیں تو شجاع اُن کو تسلی دیتے بھاگ وان کیوں پریشان ہوتی ہو دنیا تو کسی طرح بھی جینے نہیں دیتی جب مجھے کوئی پرواہ نہیں تو تمھیں کاہے کی پریشانی ہے دیکھو تو ہماری بیٹیاں کتنا خیال رکھتیں ہیں۔ ہمارا گھر جنت کا نمونہ لگتا ہے اور بیٹیوں کی ماں تو رانی ہوتی ہے ہل کر تو تم پانی نہیں پیتی ہو۔ بڑی بیٹی ارشاد اور انور دونوں نے بڑی اچھی طرح گھر داری اور اپنی چھوٹی بہنوں کو بھی سنبھالتی ہیں تمھیں تو گویا کسی اسکول کی ہیڈ مسٹریس ہونا چاہیے تھا اتنا بولتی

ہو کہ حد نہیں ناشکری نہیں کرتے۔ شجاع صاحب یعنی کہ آغا جی اپنی نرم مزاجی کی وجہ سے پورے خاندان میں مشہور تھے بیٹا نہ ہونے کے باوجود بھی کبھی ماتھے پر شکن نہیں لائے تھے بل کہ مریم خاتون کی ناز برداریاں ہی اُٹھاتے نہ تھکتے تھے۔ بیٹیوں میں تو گویا ان کی جان تھی۔ بیٹیاں بھی اپنی والدہ کے بجائے اپنے آغا جی پر جان دیتی تھیں۔ ہر فرمائش اپنے آغا جی سے ہوتی تھی۔ آغا جی بھی اُن کی ہر فرمائش پورا کرنا اپنا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔ مریم خاتون جب کہ ٹوکتی۔ وہ ماں تھیں وہ حالات نزاکت کو سمجھتی تھیں کہ ان کے آنگن کی ننھی منی پریاں نہ جانے کہاں کہاں جائیں گی۔ بیٹیوں سے نہیں ان کے مقدر سے ڈر لگتا ہے یہ ان کی اپنی سوچ تھی اُن کی ان باتوں سے آغا جی کو اختلاف تھا اس وقت بھی اماں اپنا پان دان کھولے خلاؤں میں گھور رہی تھیں کہ انور نے یہ کہہ کر چونکا دیا اماں دھوبی آیا ہے کپڑوں کا پوچھ رہا ہے۔ مجھے کیا پتہ اپنے آغا جی سے پوچھو وہی تمام اُمور کا حساب کتاب رکھتے ہیں۔ سچ ہے ہماری اماں کا نصیب تو اللہ میاں نے بہت ہی اچھا بنایا تھا جس قدر ہماری اماں حسین تھیں اتنا ہی مقدر بھی حسین تھا اُن کو واقعی دن رات کا پتہ نہیں تھا گھر میں کیا ہو رہا ہے کچھ معلوم نہ تھا دراصل اُن کا تعلق بھی نوابوں کے خاندان سے تھا۔ آغا جی نے بھی انھیں کسی ملکہ سے کم نہیں رکھا ہوا تھا۔ اب جب کہ مریم خاتون اپنے بھانجے کو لے کر آئیں تو ہمارے گھر میں اُس کا استقبال بہت اچھے انداز میں کیا گیا۔ آغا جی نے خود غضنفر کو اسکول میں داخل کروایا اُن کو غضنفر کی صورت میں بیٹا مل گیا تھا۔ فارغ اوقات میں پڑھاتے بھی تھے۔ اتنی توجہ پا کر غضنفر ہمیشہ اول آتا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ مریم خاتون اور شجاع خان نے انتہائی سمجھداری سے اپنی بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کر دیئے۔ اپنے خاندان میں اچھے رشتے دیکھ کر فرض سے سبک دوش ہو گئے۔ اپنے اپنے گھروں میں تمام بیٹیاں خوش تھیں۔

غضنفر علی شاہ بہت خود دار تھے۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد چپکے چپکے ملازمت تلاش کرنے لگے تھے۔ بچپن سے ہی پولیس میں جانے کا شوق تھا۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کا خیال ذہن سے نکال کر پولیس میں بھرتی ہونے کے لیے درخواست دے

دی لیکن قد میں معمولی فرق ہونے کی وجہ سے رہ گئے۔ لیکن اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے شوق سے زیادہ مجبوری تھی خالہ جان اور آغا جی بہت پُرشفقت تھے بہت خیال کرتے تھے لیکن غضنفر طبعاً بہت حساس تھے۔ خالو جان انتہائی ذہانت سے گھر چلا رہے تھے۔ خاصا بڑا کنبہ تھا یکے بعد دیگرے بیٹیوں کی ذمہ داریاں تھیں۔ غضنفر دل ہی دل میں اپنے محسن کی ذمہ داریوں کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے لگے تھے۔ اُن کا ساتھ دینا چاہتے تھے ریجکٹ ہونے پر بہت رنجیدہ تھے۔ گھر میں کسی کو معلوم نہیں تھا۔ اپنا ہر دکھ درد اور پریشانی اپنے دوست عمران سے بانٹ لیتے تھے۔ عمران نے غضنفر کو اس قدر پریشان دیکھا تو بہت دل جوئی کی اور دونوں کٹھے بیٹھ کر کافی پروگرام بنائے کہ اچانک عمران کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔

پُرجوش انداز میں غضنفر کو مشورہ دیا۔ یار تمھارا میڈیکل میں صرف قد کا مسئلہ ہے جونہ ہونے کے برابر ہے۔ تم ایک بار پھر قسمت آزمائی کرو اور اس بار اپنے بوٹوں میں ایڑی کے نیچے سوتا چتوا اور روئی رکھ لو، ان شاء اللہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ کچھ کر دکھانے کا جذبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی کامیابی کے لیے گڑگڑا کر دُعا کی۔ بس پھر کیا تھا۔ جب اللہ پاک کی مدد شاملِ حال ہو جائے تو کام بہت تیزی سے ہو جاتا ہے۔ دوبارہ ٹسٹ ہوا اور کامیاب ہو گئے۔ غضنفر کی خوشی دیدنی تھی۔ تیز تیز قدموں سے گھر آئے تو سامنے برآمدے میں آرام کرسی پر نیم دراز آغا جی اخبار کے مطالعہ میں محو تھے۔ قریب ہی تخت پوش پر بیٹھی پاندان اپنے آگے سرکائے پان بنانے میں مصروف تھیں۔ غضنفر بھی وہیں بیٹھ گئے۔ آغا جی نے غضنفر کے خوشی سے تمتماتے چہرے اور جلیبیوں کے لفافے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: کیوں برخوردار! بہت خوش نظر آ رہے ہو۔ ویسے بیٹا میں تم سے ناراض ہوں۔ میٹرک کا رزلٹ آئے چھے ماہ ہو گئے ہیں اور آگے بڑھنے میں تمھیں کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ اعزازی نمبروں سے پاس ہونے کے باوجود تم آگے تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ نہیں کر پا رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تم ہمیں اپنا نہیں سمجھتے ہو۔ ورنہ اب تک تم F.Sc میں داخلہ لے چکے ہوتے۔ دراصل آغا جی (جب سے غضنفر میاں آئے تھے اور بچوں کی طرح آغا جی ہی کہہ کر پکارتے

تھے) آپ کا کہا سر آنکھوں پر میں اپنی پڑھائی کا سلسلہ ختم نہیں کروں گا بل کہ پرائیویٹ طور پر امتحان دُوں گا۔ جلد از جلد آپ کی ذمے داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹانا چاہتا ہوں، کہتے کہتے گلا رندھ گیا اور آغا جی کے قریب ہی اُن کے گھٹنوں پر اپنا سر رکھ دیا۔

آغا جی نے گھبرا کر اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ غضنفر کو اپنے سینے سے لگالیا۔ بیٹا! آج تمھاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں کیا ہماری محبت میں کہاں کمی آ گئی جب سے تم ہمارے گھر آئے ہو بیٹے کی کمی پوری ہوگئی ہے۔ ہمارا خاندان مکمل ہوگیا ہے۔ آغا جی پلیز ایسی باتیں نہ کریں ایسی باتوں سے مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ ناراض ہیں۔ پہلے وعدہ کریں کہ آپ ناراض نہیں ہوں گے تو ایک خوش خبری سناؤں۔ ہاں ہاں برخودار تمھاری ہر خوشی میں ہماری خوشی ہے۔ کہو! آغا جی میں پولیس میں بھرتی ہو گیا ہوں جلد ہی تعیناتی لیٹر مل جائے گا۔ پڑھائی کا سلسلہ بند نہیں کروں گا انشا اللہ اس میں ترقی ہو جائے گی۔ تخت پوش کے قریب ہی منی پلانٹ کے پتے دھوتی ہوئی سارہ نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اتنے سنجیدہ ماحول کو سارہ کی ہنسی نے ایک دم خوش گوار بنا دیا۔ ہاتھ پونچھ کر سارہ اماں کے کندھے سے لٹک کر لفافے میں سے جلیبی نکال کر کھانے لگی۔ اماں اب تو ہم سب مفت چیزیں لیں گے۔ پولیس والے تو ڈنڈے مار مار کر سب کو ڈرا کر رکھ دیتے ہیں۔ اب میں اپنی سہیلیوں پر خوب رُعب ڈالوں گی آخر تو ہمارا بھائی پولیس میں ہو گیا ہے۔ مریم خاتون نے کن انکھیوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا کیوں کہ سارہ اپنے اور غضنفر کے رشتے سے بے خبر تھی۔ شوخ وشنگ سارہ نے منٹوں میں سب کو غضنفر کی ملازمت کے بارے میں باخبر کر دیا۔ سارا خاندان ہی قریب میں تین گلیوں میں آباد تھا۔ یہ نیا محلّہ کہلاتا تھا۔ چوڑی چوڑی سڑک نما پختہ گلیوں والا محلّہ تھا۔ وہاں پر بڑے کشادہ اور خوب صورت گھر تھے۔ ہندو مسلم بھائی بہن کی طرح رہائش پذیر تھے۔ ہر دکھ سکھ سانجھا تھا۔ مریم خاتون بڑے فخر سے بتاتی تھیں کہ ہماری تو انگلی بھی گرم ہو جاتی ہے تو سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

غضنفر کی ملازمت کا سُن کر بھی مبارک دینے آ رہے تھے کہ چلو بچہ اپنے پیروں

کھڑا ہوا سب خوش تھے۔ بس ذرا شجاع صاحب کا خواب ٹوٹا تھا اُس کو اعلا تعلیم دلوانا چاہتے تھے۔ لیکن بہ ظاہر بچوں کی خوشی میں خوش نظر آ رہے تھے۔ مریم خاتون نے موقع مناسب دیکھ کر شجاع صاحب کے مشورے سے سارہ اور غضنفر کی منگنی کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ غضنفر کے والد ماجد علی شاہ نے غضنفر کے بچپن میں بڑی اُمید سے اپنا دامن پھیلا کر جس رشتے کی بنیاد ڈالی تھی آج مریم اور شجاع نے اللہ کے حکم سے سب کو آگاہ کر دیا۔ دونوں بچے ہی نا سمجھ تھے۔ سارہ کو جب سختی سے غضنفر کے سامنے آنے سے روکا گیا تو اُس نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھالیا وہ تو بھلا ہوا کہ غضنفر ٹریننگ پر چلے گئے۔ سب نے اطمینان کا سانس لیا کہ آتے ہی دونوں کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیں گے۔

مریم خاتون کو سارہ سے چھوٹی اولاد ہونے کے ناطے بہت زیادہ پیار تھا۔ تمام بیٹیوں کی ذمہ داریوں سے فارغ تھیں۔ ہمیشہ سے اُن کا نظریہ تھا کہ چاہے بیٹیوں کو اعلا تعلیم نہ دلوائیں لیکن ہاتھ میں ہنر ضرور ہونا چاہیے۔ سارہ نے مڈل کیا تو مریم خاتون نے اُسے سلائی کڑھائی کے اسکول میں داخل کروا دیا جب تک غضنفر کی ٹریننگ مکمل ہوگی تب تک یہ مصروف رہے گی اور کچھ آ بھی جائے گا۔ گھر کا لڑکا ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں لیکن ذمہ داری دوہری ہے۔ بَری اور جہیز تو خود بنانے ہیں۔ سوتیلے رشتوں کو بھلا کاہے کا احساس ہوتا ہے۔ ماجد علی شاہ زمینوں کے مالک تھے۔ بڑا بیٹا ہونے کے ناطے غضنفر بھی زمینوں کے وارث تھے۔ پر دنیا کی لالچ اور ہوس پرستی کے پیشِ نظر سوتیلی ماں کے بھائیوں نے یہ کہہ کر برطرف کر دیا کہ ماجد علی شاہ نے اپنی زندگی میں ہی ساری جائیداد اپنی بیوی نادرہ بیگم کے نام کر دی تھی۔ غضنفر اتنے سمجھدار نہ تھے۔ شجاع صاحب بھی بالکل لالچی نہ تھے اور جھگڑوں سے دُور بھاگتے تھے۔ اُن کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ قناعت پسندی سے زیادہ صاحب جائیداد ہوتے ہوئے بھی پولیس کی نوکری کر لی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ اپنے ہی گھر میں مریم خاتون نے ایک باتھ روم، کچن، برآمدہ اور چھوٹا سا صحن رکھ کر درمیان میں دیوار کر کے الگ پورشن بنا دیا تھا۔ سارہ کی ضرورتِ زندگی کا سامان آہستہ آہستہ سیٹ کر دیا تھا۔

غضنفر کی ٹریننگ ختم ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تو سارہ کو مایوں بٹھادیا گیا ساری بہنوں نے خوب ارمان نکالے۔ کچھ رشتے دار غضنفر کی طرف ہوگئے تاکہ ان کو اکیلے ہونے کا احساس نہ ہو۔

سارہ سب بہنوں کی لاڈلی اور چھوٹی بہن تھیں۔ سب سے زیادہ جذباتی لگا زبیدہ سے تھا۔ اُوپر تلے کی ہونے کی وجہ سے بہت محبت تھی۔ اُن کی شادی بھی چچازاد سے ہوئی تھی جو قریب میں ہی رہتے تھے۔ سارہ اپنے گھر کے پچھواڑے میں الگ پورشن میں رخصت ہوکر آگئیں۔ جو شجاع صاحب نے غضنفر کے لیے پہلے سے بنوادیا تھا۔

غضنفر سارہ سے پانچ سال بڑے تھے۔ دونوں ہی بہت لاابالی تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوب لڑتے لیکن جلد ہی صلح ہوجاتی۔ سارہ کو گھرداری کا کچھ پتہ نہیں تھا ابھی گڑیوں کی شادی کا ہی شوق پورا نہ ہوا تھا وہ تو اماں کی زیادہ سختی اور سمجھانے پر غضنفر کو شوہر کا رتبہ دیتی تھی ادب آداب کا خیال رکھنے لگی تھی۔ دونوں کے گھر جب گل رخ کا ننھا سا وجود آ تو جیسے اُن کو کھلونا مل گیا ہو۔ گل رخ تمام گھر والوں خاص کر نانا نانی کی آنکھوں کا تارا تھی۔ سب ہی کو یقین تھا کہ جو بھی ننھی گل رخ کا چہرہ دیکھ لے اُس کا سارا دن بہت اچھا گزرتا ہے۔ ابھی ننھی گل رخ نے پاؤں پاؤں چلنا شروع کیا تھا کہ لالہ رخ کی آمد سے سارہ بوکھلا گئیں۔ اماں کے وجود اور زبیدہ آپا جو شادی کے چودہ سال گزرنے کے باوجود وہ اولا سے محروم تھیں۔ گل رخ تو اُن کے ہاتھ کا چھالا تھیں۔ ہر وقت گود میں سوار رہتی۔ اپنی پیاری اور توتلی زبان سے اماں بی بی کہنا شروع کیا۔ لالہ رخ کے بعد یکے بعد دیگرے پانچ بیٹیوں کو جنم دیا پر کسی کی زندگی نے وفا نہ کی۔ سارہ نے اپنی پندرہ سالہ زندگی میں بہت سے رنگ دیکھے۔ وقت کے ساتھ بردبار ہوگئیں۔

غضنفر تعلیم کے شوقین تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو بھی وقت پر اسکول داخل کروایا۔ لیکن گل رخ بہت شرارتی تھی اپنی نانی اور خالاؤں کے ہاتھ کا چھالا تھی۔ ہر وقت چھلاوے کی طرح صاحب کے ساتھ نت نئی شرارتوں میں مگن رہتی۔ صاحب ارشاد آپا کی بیٹی تھی

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے زبیدہ آپا نے گود لے لیا تھا۔ صاحبہ بہت ذہین اور شرارتی تھی۔
لیکن گھریلو کام کاج کھانا پکانے میں ماہر تھی۔ گل رخ بھی اکثر صاحبہ سے مختلف قسم کے
کھانوں کی ترکیبیں پوچھ پوچھ کر بناتی تو غضنفر دل رکھنے کے لیے خوب تعریفیں کرتے آپس
میں محبت ہونے کے باوجود دونوں میں اکثر نوک جھونک رہتی۔ غضنفر بہت مہمان نواز
اور درویشانہ طبیعت کے مالک تھے۔ پولیس کی ملازمت انتہائی ایمان داری اور ذمہ داری
سے اپنی ڈیوٹی سرنجام دیتے تھے۔ دوپہر کا کھانا کبھی اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تھے جب گھر
آتے تو دو چار مہمان بھی ساتھ ہوتے۔ سارہ بولتے جھگتے انتظام کرتیں۔ لڑائی کے ساتھ
دونوں میں محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ ذرا دیر ہو جاتی تو قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر پھونکتی
رہتیں۔ توبہ ہے پولیس والے سے تو کسی کی شادی نہ ہو اکثر جب ڈیوٹی سخت ہوتی اور عید
تہوار پر بھی گھر نہ آتے تو سارہ ایسے خیالات کا اظہار کرتیں۔ آج کل بھی غضنفر کی ڈیوٹی سخت
تھی۔ کسی خطرناک ڈاکو کی گرفتاری جس پر سرکار نے بڑے انعام مقرر کر رکھے تھے۔ بڑی
تگ و دو سے اس ڈاکو کا ایک ساتھی گرفتار ہو گیا تھا۔ بڑے پیمانے پر سفارش تھی کہ چھوڑ دیا
جائے ہر محکمے میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ باہمی رضامندی بھی ضروری ہوتی ہے۔
سید غضنفر ایک اصول پسند انسان تھے زندگی میں کسی چھوٹی سی بے ایمانی کا تصور بھی گناہِ کبیرہ
سمجھتے تھے۔ ساری رات تھانے میں ڈیوٹی دے کر صبح فجر کی نماز پڑھ کر گھر کے لیے روانہ
ہوئے راستے میں درختوں کے پیچھے چھپے ڈاکوؤں نے فائر کھول دیے۔ غضنفر نے بڑی
بہادری اور جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ سینے پر گولیاں کھا کر شہادت کو گلے لگا لیا۔

فائرنگ کی آواز دور دور تک سنائی دی۔ آس پاس کے لوگوں نے دیکھا کہ چار
پانچ گھڑ سوار کالے نقاب پہنے اڑتی ہوئی گرد میں غائب ہو گئے۔ غضنفر شاہ کا یہ روزمرہ کا
راستہ تھا تقریباً سب ہی لوگ جانتے تھے انتہائی شریف النفس آدمی تھے۔ کسی کے لینے دینے
میں نہیں تھے۔ سفید قمیض شلوار میں ملبوس اور ہاتھ میں تسبیح سیدھے فرش پر بالکل سیدھے
گرے تھے۔ خون ایک لکیر کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ سارے علاقے میں خبر جنگل کی آگ

کی طرح پھیل گئی۔ پولیس والے اپنے فرض شناس ساتھی سے محروم ہو گئے۔

سید غضنفر کی شہادت کے بعد سارہ خاتون کی زندگی برباد ہو گئی۔ اٹھائیس سال کی عمر میں آنکھوں میں جب کہ بے فکری کی نیند ہوتی ہے سارہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔ رات کی نیند ایک پریشان کن خواب کی طرح ہو گئی۔ غضنفر کے چلے جانے کے بعد سارہ کی سوچ کا دھارا بدلا۔ اپنی بیٹیوں کو پُر اعتماد زندگی گزارنے کے لیے ان کو بہت کچھ کرنا تھا۔ گل رخ پندرہ سال کی پوری ہو کر سولھویں سال میں تھی۔ اس عمر میں بچیوں کی نئی نئی فرمائشیں ہوتی ہیں۔ نہ وہ بڑوں میں شمار ہوتی ہیں اور نہ چھوٹوں میں یہ عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جس میں شخصیت مکمل طور پر بنتی ہے۔ آنے والی زندگی کے لیے بچیوں کی عادات کو بدلنا ہوتا ہے ان کی بہتر تربیت کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ایک چھت کے تلے میاں بیوی مل جل کر کرتے ہیں۔ واہ ری تقدیر یہ سوچ و بچار سوچ ہی بن کر رہ گئی۔ جیون ساتھی نے چپکے سے آنکھیں موند لیں۔ گھر میں سب بہت زیادہ خیال رکھتے۔ آغا جی کی تو جان گل رخ اور لالہ رخ میں تھی۔

زبیدہ آپا کپڑوں کی سلائی کڑھائی میں ماہر تھیں۔ روزانہ چھوٹی لالہ کو ایک فراک سی کر پہناتی۔ سارے لاڈ اُٹھائے جا رہے تھے لیکن گل رخ جو جوان ہونے کے باوجود اِترا اِترا کر جب باتیں کرتی تو سارہ مارے دکھ کے رو پڑتی کسی کو اپنا دکھ نہیں بتا سکتی تھی کسی کو ناراض کرنے کی اُس میں ہمت نہیں تھی۔ سارے ہی میرے ہمدرد اور پُر خلوص ہیں پر کیا کروں گل رخ کو کیسے سمجھاؤں۔ اماں تو بہت جہاں دیدہ اور سمجھ دار خاتون تھیں لیکن بھی میری اور بچیوں کی دل شکنی نہیں چاہتی تھیں۔ پہلے تو باپ کی سختی کی وجہ سے تیسری جماعت پاس کر کے چوتھی جماعت میں آ گئی تھی اب تو اسکول جانے کے نام سے ہی بخار چڑھ جاتا تھا یا کسی کونے میں چھپ جاتی تھی۔ بڑی مشکل سے اسکول بھیجا جاتا تھا۔ ہر صبح ایک امتحان ہوتا مختلف لالچیں دے کر اسکول کے لیے روانہ کیا جاتا۔ بہت سوچ و بچار کے بعد دورانِ عدت سارہ نے کپڑے اُجر - پر سینے شروع کیے گھر میں سب بہت ناراض۔

ہوئے بہت تکرار کے بعد اماں کو منایا۔ اماں مَیں تو اپنی بیٹیوں کو پُر اعتماد دیکھنا چاہتی ہوں وہ زندگی میں کسی کے منھ سے یہ بات نہیں سننا چاہتی کہ یہ تو ہمارے ٹکڑوں پر پلی ہیں اماں یہ بات مَیں آپ کے لیے نہیں مَیں دوسرے لوگوں کے لیے کہہ رہی ہوں۔ جب دوسرے رشتہ دار دیکھیں کہ سارہ نے اپنے ماں باپ سے مالی امداد نہیں لی تو کسی کو بھی جرأت نہیں ہوگی۔ مَیں تو آپ لوگوں کے ساتھ کے بغیر بے کار ہوں۔ بڑی مشکل سے یہ مرحلہ طے کیا تھا۔ محکمے کی طرف سے بھی پیسہ ملا تھا۔ وہ اماں نے بڑی عقل مندی سے سنبھال لیا تھا۔ گل رخ کو بڑے پیار سے سمجھاتی۔ دیکھو بیٹا! اب آپ بچی نہیں ہو سوائے اماں اور آغا جی کے کسی سے کچھ نہ لیا کرو۔ جس چیز کی بھی ضرورت ہو مجھے بتایا کرو اور اپنی چھوٹی بہن کا بھی خیال کیا کرو میں کام میں مصروف ہوتی ہوں آپ بڑی ہو سارہ گل رخ کو اس کی عمر کا احساس دلاتی اس طرح بگاڑ بگاڑ کر باتیں نہ کیا کرو۔ بیٹا! شام کی چائے بنا لیا کرو۔ گھر صفائی ستھرائی کرلیا کرو۔ گل رخ ایسی باتیں بڑی مشکل سے ہضم کررہی تھی برے برے منھ بناتی موقع ملتے ہی ''اماں سے ہاتھ چھڑا کر اندر بھاگ گئی گویا قید سے رہائی ملی'' اماں کو شکایت لگائی اماں نے دل رکھنے کے لیے جھوٹ موٹ سارہ کو ڈانٹ دیا اماں کو قدرتی طور پر بھی نازک سی گل رخ بہت پیاری تھی۔ اماں کو نماز روزہ کرنے کے علاوہ جو وقت بھی ملتا اس میں اپنے لیے مختلف پھکیاں بناتی کچھ منجن بناتی۔ اماں آدھی حکیم تھیں۔ اپنا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں۔ وہ ''جان ہے تو جہان ہے'' کے مقولے پر عمل کرتی تھیں۔ اپنی بہت جھلک اپنی نواسی میں نظر آتی تھی۔ جیسے بناؤ سنگھار کا اماں کا شوق پورے کا پورا بلکہ کچھ زیادہ ہی گل رخ میں منتقل ہوا تھا۔

گل رخ کو اللہ تعالیٰ نے حُسن کی دولت سے بڑی فیاضی سے نوازا تھا۔ اس عمر میں ہی بلا کی اُٹھان تھی۔ بوٹا سا قد دُبلی پتلی سی سرخ و سفید رنگت ایسا لگتا تھا کہ گالوں کی جگہ دو گلاب مہک رہے ہیں۔ کالے چمک دار گھنے بال کمر سے نیچے لہراتے کالی چمک دار بڑی بڑی آنکھوں میں ہمیشہ شرارت اور بے فکری ہی دیکھنے والا ایک منٹ تک نظر ہٹا سکتا تھا

اسی پر اماں اس کی خوب صورتی برقرار رکھنے کے لیے ہدایات دیتی رہتی۔ گلاب کا عرق، گلیسرین اور لیموں کا رس تینوں ہم وزن ایک بوتل میں بھر کر رات کو منھ ہاتھ دھو کر چہرے، ہاتھوں اور پیروں پر لگایا کرو اور صبح تازے پانی سے منھ دھو لیا کرو۔ بڑے چاؤ سے ناریل کا تیل بالوں کی جڑوں میں لگاتیں پھر صبح آملے، سیکائی اور ریٹھوں سے خود دھلواتی اتنی محنت کرنے سے واقعی بال بہت چمک دار ہو گئے تھے گویا بالوں سے شعاعیں نکل رہی ہوں۔ ہر بات ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکالنے والی گل رخ اماں کی یہ باتیں اپنے پلو سے باندھ لیتی اور پورے جوش و خروش سے ان پر عمل کرتی۔ صاحبہ کو سلائی کڑھائی اور کھانے پکانے کا بہت شوق تھا گھریلو اُمور میں طاق تھی۔ گل رخ سے عمر میں ایک دو سال بڑی تھی۔ عقل مند بھی بہت تھی۔ یوں تو گل رخ اور صاحبہ میں بہت دوستی تھی۔ لیکن دونوں کی عادات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ صاحبہ کو اماں کی طرف سے خاص ہدایات تھیں کہ گل رخ کو بھی گھریلو اُمور میں شامل کیا کرو لیکن گل رخ کسی طرح بھی سنجیدگی سے آمادہ نظر نہیں آتی تھی۔ جب سب گھر کے افراد سختی سے پیش آتے تو اماں کے ماموں بہرام خان جنھیں سب ہی خان بابا کہہ کر بلاتے تھے۔ ان کی اولاد تو تھی نہیں بیوی بہت عرصے سے وفات پا چکی تھیں۔ ان کی تنہائی کا خیال کر کے آغا جی خان بابا کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ ایک فرماں بردار بیٹے کی طرح عزت سے رکھا ہوا تھا۔ ہمارے وقت میں رشتوں کی بہت قدر تھی اس لحاظ سے خان بابا کو ایک باپ کا مقام حاصل تھا۔ تمام بچوں کے لیے خان بابا کا وجود ایک پناہ گاہ کی طرح تھا۔

بیوگی کے کڑے وقت میں سارہ کو اپنا سلائی کا ڈپلوما ایک نعمت کی طرح لگا کافی سوچ بچار اور گھر والوں کے تعاون سے سارہ کو قریبی شہر گنج پورہ کے ایک گورنمنٹ سکول میں نوکری مل گئی تنخواہ بھی معقول تھی۔ اسکول میں ہوسٹل کی موجودگی نے مزید حوصلہ دیا۔

سارہ نے جب پہلی مرتبہ قدم گھر سے نکالا تو جھجک محسوس ہوئی لیکن اپنی بیٹیوں کے بارے میں خیال آیا تو دل مضبوط کرنا پڑا بڑے پُر اعتماد انداز میں کلف لگی ململ کی

کالے باڈر کی سفید ساڑھی کا پلو سر پر جمایا اور خان بابا کے ہم راہ اسٹیشن کی جانب چل پڑیں۔

ہم زندگی کی جنگ میں ہارے ضرور ہیں
لیکن کسی محاذ پر پسپا نہیں ہوئے

اچانک ٹرین ایک جھٹکے سے رکی تو سارہ ماضی سے حال میں واپس آ گئیں۔
ٹرین منزل پر پہنچ چکی تھی۔ خان بابا خان بابا سارہ نے جھنجھوڑا جو بڑھاپے کی وجہ سے اونگھ رہے تھے ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ بیٹا عمر کا تقاضا ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا کب اُونگھ آ جاتی ہے۔
گنج پورہ کے چھوٹے سے اسٹیشن پر اُترے۔ بیٹا! قلی کو بلاتا ہوں۔ سامان تسلی سے دیکھ لوکل پانچ نگ ہیں ایک ٹرنک، بستہ بند، اٹیچی، ٹوکری اور ایک بیگ دھیان رکھنا ابھی گنتی کر رہے تھے کہ قلی آ گیا۔ بھئی بیٹا! تانگے تک لے چلو بڑے ہسپتال کی بغل والی گلی میں جانا ہے۔
اب خان بابا مکمل طور پر چاق و چوبند ہو چکے تھے۔ اسکول میں ہوسٹل کی سہولت تھی لیکن فی الحال کوئی کمرہ خالی نہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر یہ گھر کرایے پر لیا تھا۔ کسی جاننے والے کی وجہ سے یہ گھر مل گیا تھا۔ مناسب کرایہ تھا۔ گھر بہت اچھا بنا ہوا تھا۔ دو منزلہ پختہ کشادہ گھر تھا۔ یہ گھر آسیب زدہ ہونے کی وجہ سے خالی پڑا تھا کوئی بھی رہنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ اس گھر کے بارے میں تمام معلومات دے دی گئی تھیں اور یہ بھی کہا تھا کہ مرضی ہے تو لے لیں ورنہ کوئی اور گھر دیکھتے ہیں لیکن مجبوری یہ تھی کہ اسکول فوری طور پر جوائن کرنا تھا۔ اس لیے سارہ نے فیصلہ کیا اور دل کو مضبوط کر کے رہنے کی ٹھان لی۔ گھر پہنچتے پہنچتے شام گہری ہو گئی تھی۔ اکتوبر کا تقریباً آخر تھا۔ صبح شام کی ٹھنڈ تھی۔ خان بابا کو بھی سفر کی تھکان اور موسم کی وجہ سے زکام کے ساتھ بخار نے آ لیا تھا۔ کافی نڈھال لگ رہے تھے۔ سارہ نے منھ سر لپیٹ کر جھاڑو سے ایک کمرے کے جالے اُتارے دیواریں فرش وغیرہ صاف کر کے بستر بند کھول کر ایک فرشی دری نکالی جو احتیاطاً رکھ لی تھی۔ کمرے میں بچھا کر دیوار کے ساتھ جلد ہی ایک بستر خان بابا کے لیے لگا دیا۔ خان بابا آپ بستر پر لیٹ کر آرام کریں۔ میں

آپ کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتی ہوں۔ بیٹا میں بڑا شرمندہ ہوں۔ اس طبیعت کو بھی ابھی خراب ہونا تھا۔ تم بھی تھک گئی ہو ٹرین میں چائے پی لی تھی۔ ایسا کرو تم بھی اس وقت آرام کرو آرام کرنے سے بخار اُتر جائے گا۔ یہ سب تھکن سے ہے۔ صبح کو دیکھیں گے۔ ویسے تو ہمارے گھر کے قریب ہی ہسپتال ہے صبح جا کر دکھا آؤں گا۔ تم پریشان نہ ہو۔ خان بابا پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ کو اماں کی عادت کا تو پتہ ہے چلتے ہوئے انھوں نے ٹوکری میں تقریباً کھانے پینے کا تمام سامان رکھ دیا تھا نئی جگہ ہے تم لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔ خاص کر چائے کا تو تمام سامان ہے یہ صرف آپ کی وجہ سے رکھوایا تھا۔ ٹکڑی والا حلوہ بھی ہے۔ آپ کو میٹھا کھانے کی عادت ہے۔ اس لیے گڑ بھی رکھ دیا ہے۔ سارہ نے جلدی جلدی خان بابا کو بتایا کیوں کہ وہ پریشان تھے۔ واقعی چلتے وقت اماں نے خشک راشن یعنی دال، چاول، پتی وغیرہ سب ہی کچھ تو دے دیا تھا۔ گھر کے صحن میں کچھ لکڑیاں بھوسہ وغیرہ بھی پڑا تھا۔ سارہ نے تھکن کے باوجود صحن کے کونے میں دو چار اینٹوں کا عارضی سا چولہا بنایا۔ لکڑیاں شکر ہے خشک تھیں جلد ہی چولہا جل گیا۔ دو کپ چائے تیار کی رس نکالے۔ ٹرے میں رکھ کر کمرے میں لے آئی چائے سے فارغ ہو کر سارہ برتن سمیٹ رہی تھی تو خان بابا نے کہا بیٹا! میری چلم بھی تازہ کر دو یہ کم بخت حقہ کی بھی بُری عادت ہے۔ شاید اس لیے بھی طبیعت سُست ہے۔ ہو ہو سارہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا خان بابا معاف کرنا میں تو بالکل ہی بھول گئی۔ جلد ہی حقہ تازہ کیا۔ پھر اپنے لیے صبح اسکول جانے کے لیے ہلکے زرد رنگ کی ساڑھی جس پر براؤن پھول تھے نکالی۔ ساڑھی کے ساتھ پرس اور جوتے بھی ایک طرف رکھ کر لالٹین کی لو دھیمی کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی۔ سر میں درد کی لہریں سی محسوس ہو رہی تھیں جلد ہی نیند کی وادی میں چلی گئی۔ رات کے پچھلے پہر اچانک گھبرا کر اٹھ گئی۔ سوتے وقت اچھی طرح دروازے کی کنڈی لگا کر سوئی تھی جو کہ اب کھلی پڑی تھی دروازہ بھی تھوڑا سا کھلا تھا سوچا خان بابا اُٹھے ہوں گے۔ نظر گھما کر دیکھا تو گہری نیند سو رہے تھے۔ ہمت کر کے اٹھی دروازہ دوبارہ بند کیا آ کر لیٹی ہی تھی کہ غنودگی میں کواڑ دوبارہ

چوں کی آواز کے ساتھ کھل گئے۔ خوف کی سرد لہر بدن میں سرایت کر گئی پھر تو جتنی بھی قرآنی آیات یاد تھیں پڑھتے پڑھتے نہ جانے کب سو گئی۔ صبح کی اذان کی آواز کے ساتھ حسب عادت آنکھ کھل گئی باوجود سستی کے صحن میں آئی تو دیکھا خان بابا بھی اُٹھ گئے تھے۔ رات کو جو عارضی چولہا بنایا تھا اس میں لکڑیاں سلگا کر پانی کا ڈبہ رکھا ہوا تھا۔ خان بابا آپ کی تو طبیعت خراب تھی آپ کیوں اُٹھ گئے۔ بیٹا اب ٹھیک ہوں۔ خوب گہری نیند آئی۔ میں نے پانی گرم کر کے وضو کر لیا ہے تم بھی وضو کر لو۔ سارہ نے تشکر بھری نظروں سے خان بابا کو دیکھا۔ جن کا کمزور سا وجود سارہ کو ایک مضبوط سائبان محسوس ہو رہا تھا۔ جلدی جلدی کام نپٹا کر تیار ہوئی۔ اسکول سات بجے لگ جاتا تھا۔ اسکول گھر کے قریب ہی تھا۔ پہلا دن تھا اس لیے خان باب کے ہم راہ گھر بند کر کے اسکول کی جانب تیز قدموں سے چل دی۔ اپنی گلی پار کر کے چھوٹی سڑک پر آ گئے۔ ایک چھوٹے سے موڑ کے بعد سڑک تھی۔ موڑ کے ساتھ ہی ایک پارک تھا۔ پرس میں سے پتہ نکال کر ایک چودہ پندرہ سال کے لڑکے سے پتہ پوچھا بچے کو اسکول جانے کی جلدی تھی۔ جلدی جلدی پتہ سمجھا کر بچہ غائب ہو گیا۔ ناک کی سیدھ میں چلے جائیں۔ سامنے ہی اسکول کا گیٹ نظر آ جائے گا۔ سڑک کافی لمبی تھی۔ اسکول لگنے میں ابھی دس منٹ تھے۔ جب دونوں اسکول کے گیٹ پر پہنچے چوکیدار سے ضروری معلومات لیں۔ چھٹی ایک بجے ہوتی ہے خان بابا اب آپ کہاں جائیں گے آج چوکیدار کے پاس بیٹھ جائیں۔ کل سے کچھ سوچیں گے۔ اچھا بیٹی! اب تم تسلی سے جاؤ میں چھٹی تک یہیں بیٹھتا ہوں۔ سارہ نے جب اسکول کے اندر قدم رکھا تو گھبراہٹ مکمل طور پر سوار تھی۔ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کس طرف جائیں ایک ادھیڑ عمر کی عورت شاید کوئی ٹیچر تھی گزریں تو سارہ نے تیز قدموں سے اُن کی طرف بڑھی۔ اُن کے قریب پہنچ کر اپنا تعارف کروایا۔ میڈم میرا یعنی سارہ شاہ کا تقرر بہ طور ٹیچر ہوا ہے۔ میری رہ نمائی کریں۔ ہو مسز شاہ خوش آمدید میں یہاں کافی عرصے سے سیکنڈ ہیڈ مسٹرس کے طور پر کام کر رہی ہوں بیگم ہمدانی نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے پُر تپاک طریقے سے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ بیگم ہمدانی خوش

مزاج خاتون تھیں۔ شروعات تو بہت اچھی ہے۔ بیگم ہمدانی خاصی باتونی ثابت ہوئیں آفس تک جاتے ہوئے کافی حد تک مجھے یہاں کے ماحول سے متعارف کروایا۔ یہ ووکیشنل اسکول بہت بڑا تھا۔ کافی گہما گہمی تھی۔ ایمبرائیڈری، پینٹنگ، کڑھائی سلائی، قالین بافی، چمڑے کے بیگ وغیرہ وغیرہ۔ باتیں کرتے کرتے آفس آ گیا۔ مس داس کیا اندر آ سکتے ہیں بیگم ہمدانی نے انتہائی بے تکلفی سے پوچھا۔ جواب میں بہت شائستگی سے مس داس نے سر کی جنبش سے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا ابھی میں نے منھ کھولا ہی تھا کہ بیگم ہمدانی نے میری مشکل آسان کر دی۔ میں نے پرس سے اپنا تقرر نامہ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ مس داس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تشریف رکھیں۔ دیکھیں مسز سارہ شاہ چلیں آج سے آپ مسز شاہ ہوئیں۔ آج آپ کا پہلا دن ہے آرام کریں فی الحال آپ کی رہائش کہاں ہے کیوں کہ پچھلے دنوں ہوسٹل کی عمارت کافی بوسیدہ ہونے کے بعد اُسے گرا کر دوبارہ سے زیر تعمیر ہے۔ جسے بننے میں کچھ وقت لگے گا۔ دو چار ٹیچروں کی مجبوری کی وجہ سے اسکول کا کمرہ رہائش کے لیے دیا ہے۔ تفصیل سے انھوں نے ہوسٹل کے بارے میں بتایا سوالیہ نظروں سے وہی سوال دہرایا۔ جی میں اپنے ماموں کے ساتھ سول ہسپتال کی بغل والی گلی نہ جانے کس نام سے مشہور ہے مجھے جتنا معلوم تھا اُن کو بتا دیا۔ وہاں پر گھر کرایہ پر لیا ہے کل شام ہی ہم آئے ہیں ابھی مکمل طور پر سیٹ نہیں کیا۔ انشاءاللہ آہستہ آہستہ ہو جائے گا۔ اللہ کا شکر ہے۔ ایسا کریں کل سے آپ باقاعدہ جوائن کریں۔ بیگم ہمدانی ان کو اسٹاف روم لے جائیں باقی اسٹاف سے متعارف کروائیں۔ سارہ نے محسوس کیا کہ مس داس کم گو خاتون ہیں۔ پچاس کے پیٹے میں ہوں گی۔ کافی سلجھی ہوئی لگ رہی تھیں۔ کسی وجہ سے غیر شادی شدہ تھیں سکول سے ملحقہ ہی گھر تھا۔ آئیں مسز شاہ بیگم ہمدانی اسٹاف روم میں داخل ہوئیں تو دو ٹیچرز بیٹھی کسی گھریلو مسئلے پر بات کر رہی تھیں۔ بیگم ہمدانی کے ساتھ غیر شناسا چہرے کو دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔ بیگم ہمدانی نے مسکرا کر ان کو دیکھا۔ بھئی اتنی حیرت سے کیا دیکھ رہی ہیں۔ مسز شاہ یہ ہیں مس محمود اور مس رانی یہ مختصر سا تعارف تھا

چاہنگ ہی آدھی چھٹی ہوگئی تھی اس لیے ایک دم ہی شور سا ہو گیا تھا۔ ایک دم سٹاف روم کا دروازہ کھلا اور پانچ چھ ٹیچرز زور شور سے گپیں مارتی ہوئی داخل ہوئیں اور دھڑام سے کرسیوں پر ڈھیر ہو گئیں۔ سارہ کو محسوس ہو رہا تھا سب لوگ بہت تیزی میں ہیں۔ اور دنیا میں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کم از کم ایسے ماحول میں اس وقت ایسا لگ رہا تھا۔ تمام خواتین مختلف قسم کی باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ سب سے زیادہ مس نازلی کا شور تھا۔ جو صبح ناشتہ نہ کرنے کی عادی تھیں۔ بھوک سے اُس وقت نڈھال ہو رہی تھیں۔ اس تمام شور شرابے میں بالآخر بیگم ہمدانی نے تعارف کا سلسلہ شروع کر دیا تو کچھ خاموشی ہوئی۔ یہ ہیں مسز شاہ ہماری نئی کولیگ۔ مس محمود اور مس راگنی سے تو آپ مل چکی ہیں۔ ان سے ملیے یہ ہے مس سونیا، مسز سنتوش، مس ماریہ، مسز اقبال، مس نوشابہ، مس نورین۔ مسز شاہ یہاں پر ہم تمام لوگ ایک خاندان کی طرح رہتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کا دکھ بانٹ لیتے ہیں۔ میرے خیال سے سب کا اور سب سے زیادہ مس نازلی کے صبر کا امتحان نہیں لینا چاہیے۔ نہیں بیگم ہمدانی آپ تعارف کروا رہی تھیں میں پوری تن دہی سے سن رہی ہوں۔

تمام سٹاف تنخواہ ملتے ہی چائے پانی کے لیے پیسے جمع کرتیں۔ ان کی وزیر خزانہ بھی ہر ماہ تبدیل ہوتی تھیں اور ہر ہفتے کا انتظام بھی باری باری تمام ٹیچرز نبھاتی تھیں۔ آج مسز سنتوش نے آلو چنے کی چاٹ کے ساتھ مزے دار چائے پیش کی۔ سارہ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنے گھر کے کمرے میں اپنوں کے ساتھ چائے سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔ سب لوگ اس سے اس طرح مل رہے تھے جیسے مدتوں سے جانتے ہوں۔ اجنبیت کی فضا ختم ہو چکی تھی۔ آج کل اسٹاف روم میں گرما گرم ٹاپک مس نوشابہ کی شادی تھی۔ مس نوشابہ کے والدین مالی لحاظ سے کم زور تھے۔ اس لیے تمام ٹیچرز پیش پیش تھیں۔ اپنے اپنے مشوروں سے نواز رہی تھیں۔ ابھی چائے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ گھنٹی کی آواز پر تمام ٹیچرز اپنے دوپٹے، پرس اور رجسٹر وغیرہ سنبھالتے ہوئے اپنی کلاسز کا رخ کیا۔ ان کے ساتھ ہی بیگم ہمدانی میرا ہاتھ تھامے مجھے بھی میری کلاس میں لے گئیں۔ ۳۰ لڑکیوں کی کلاس

تھی کچھ بڑی عمر کی اور چھوٹی عمر کی تھیں۔ وقتی طور پر مسز اقبال میری کلاس کو ہینڈل کر رہی تھیں کیوں کہ جن کی جگہ میں آئی تھی وہ ایمرجنسی میں چھٹی پر گئی ہوئی تھی۔ اس لیے اُن سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

سرسری طور پر تمام لڑکیوں سے تعارف ہوا۔ گھڑی پہ نظر پڑی تو میں نے بیگم ہمدانی سے رخصت چاہی۔ باہر گیٹ پر خان بابا بھی انتظار میں تھے۔ مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ بیٹا آج کا دن کیسا رہا۔ میں نے مختصراً پورے دن کا احوال سنایا۔ مجموعی طور پر میں مطمئن تھی۔ تمام سٹاف اچھا تھا۔ ایک گھر کا سا ماحول تھا۔ وہاں جا کر میں بھی وقتی طور پر بہل گئی تھی۔ چلتے چلتے میری نظر خان بابا کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ پر گئی۔ یہ کیا ہے۔ بیٹی میں نے آلو کی ٹکیاں اور نان لیے ہیں کم از کم تمھیں کھانا پکانے کی پریشانی نہ ہو۔ چلیں یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا۔ اب گھر جا کر تسلی سے صفائی ستھرائی کا کام کر لوں گی۔ میرا خیال ہے۔ فی الحال نیچے کا پورشن سیٹ کر لیتے ہیں۔ تین کمرے، برآمدہ اور رسوئی وغیرہ سب کچھ ہی ہے۔ کاموں کا خیال آتے ہی قدم اور بھی تیز ہو گئے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی وقت دیکھا تو ایک بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ جلدی جلدی خان بابا کے ہاتھ سے پیکٹ لیے۔ خان بابا ہسپتال میں ڈاکٹر ڈیڑھ بجے تک ہوتا ہے میں نے ٹیچروں سے پوچھا تھا۔ آپ ایسا کریں ڈاکٹر کو چیک کروا آئیں۔ خدانخواستہ پھر بخار نہ ہو جائے۔ رات میں طبیعت خراب نہ کرتے تو دل گھبرا جاتا ہے۔ لیکن سارہ نے زبردستی ہسپتال بھجوا دیا۔ صحن کے وسط میں کھڑے ہو کر سوچا کہ کام کہاں سے شروع کیا جائے۔ میرے خیال میں سب سے پہلے باورچی خانہ صاف کیا جائے تاکہ تمام کام سکون سے ہو۔ باورچی خانہ نہ زیادہ بڑا اور نہ ہی چھوٹا تھا سب سے اچھی بات یہ تھی کہ ایک کھڑکی صحن میں کھلتی تھی جس کی وجہ سے باورچی خانہ کافی روشن تھا۔ کھڑکی شاید بہت عرصے سے بند تھی بڑی کوشش کرنے میں چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ تھوڑی سی کھولی بدبو کا ایک ناگوار سا جھونکا آیا۔ سارہ نے پانی کا ڈبہ اور مگ لیا اور جالی میں پھنسی ہوئی مٹی کو بانس کی جھاڑ

سے صاف کیا اور پانی سے دھویا۔ اب کھڑکی صاف ہو چکی تھی پر کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اچانک ہی اماں کے ٹوٹکے یاد آئے۔ مشین کے تیل سے چوکھاٹ کو صاف کر ڈالا۔ دھوپ سے نرم پڑنے کی وجہ سے آسانی سے کھل گئے۔ کھڑکی کے عین سامنے کی دیوار پر دو پٹ کی الماری تھی اور سائیڈ کی دیوار میں انگیٹھی تھی جس میں چمنی بنی ہوئی تھی۔ سارہ نے جلدی جلدی کچن دھوڈالا کھڑکی کے پٹ کھول دیئے بدبو دور کرنے کے لیے اگربتی لگادی۔ کچن صاف کرنے کے بعد اطمینان محسوس ہوا۔ کام میں اس قدر مگن تھی کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو چونک اٹھی۔ کچن کا دروازہ برآمدے میں کھلتا تھا۔ برآمدہ دو کمروں کے سامنے تھا۔ ایک کونے میں کچن اور دوسرے سرے پر غسل خانہ تھا۔ باہر کے دروازے کے ساتھ ہی چھوٹا سا کمرہ تھا جو ڈرائنگ روم کا کام دیتا تھا۔ گھر کا جائزہ لیتے لیتے دروازہ کھولا تو ہشاش بشاش خان بابا گھر میں داخل ہوئے۔ میں نے اُن کو دیکھ کر پوچھا کیوں گردوپیش کا ماحول پسند آیا۔ ہاں بیٹا۔ ہسپتال گیا تو ڈاکٹر بہت اچھے ہیں اور دیگر عملہ بھی۔ جن ڈاکٹر صاحب نے میرا معائنہ کیا بیٹا وہ تو بہت ہی اچھے ہیں۔ ان کا نام ڈاکٹر شیراز ہے۔ وہ بھی نئے نئے یہاں پر تعینات ہوئے ہیں۔ ہسپتال سے ملحقہ گھر میں رہائش پذیر ہیں۔ رش نہ ہونے کی وجہ سے کافی گپ شپ رہی۔ بے چارہ دنیا میں اکیلا ہے۔ ماں باپ حیات نہیں ہیں۔ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے۔ ڈاکٹر شیراز کے بارے میں مختلف باتیں بتاتے رہے۔ لگتا ہے آپ کو تو ڈاکٹر صاحب بہت پسند آئے ہیں۔ ہاں بیٹا مجھے تو بہت اپنائیت کا احساس ہوا ہے۔ اور ہاں مسجد بھی بہت قریب ہے اور ضرورت زندگی کی تقریباً چیزیں قریب ہیں۔ میرے جیسا بوڑھا آدمی بھی آسانی سے لاسکتا ہے۔ اچھا بیٹا پہلے کھانا کھائیں یا نماز پڑھیں۔ جیسی آپ کی مرضی۔ میں نے جلدی جلدی لکڑیاں سلگا کر آگ جلائی وضو کے لیے پانی گرم کرنے چل دی۔

کھانا کھا کر خان بابا حسب معمول ستانے کے لیے لیٹ گئے۔ عادت تو مجھے بھی تھی پر کام کا بکھراؤ دیکھ کر میں نے آرام کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اماں نے ایک بکس

اور نوکری کچن کے سامان کی پیک کر کے دی تھی۔ بکس کھولا تو اماں کے سلیقے کی داد دینی پڑی۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی رکھنا نہیں بھولی تھیں۔ اماں کا پُر شفقت سا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتے ہی آنکھیں نم ہو گئیں۔ سارہ بیگم اگر یوں جذباتی ہونے لگیں تو زندگی کا یہ سفر کیسے کٹے گا۔ ایک گھنٹہ کی محنت سے کچن ایک دم سے اچھا لگنے لگا۔ الماری میں سلیقے سے مصالحوں کے ڈبے، اچار، چٹنی جو کہ گھر میں ہی اماں تیار کرتی تھیں وہ بھی سامان میں رکھ دیے تھے۔ چولہے کے پاس بچھانے کی دری بھی سامان میں رکھ دی تھی۔ جس پر بیٹھ کر آرام سے کھانا کھایا جا سکے۔ کچن کے برابر لکڑیاں رکھنے کی کوٹھری تھی وہاں سے لکڑیاں لا کر کچن کا چولہا آباد کیا۔ کیتلی میں چائے کا پانی رکھا۔ سر میں شدید درد تھا۔ چائے کی بہت طلب ہو رہی تھی۔ باقی کا دن بھی گھر کی سیٹنگ اور صفائی میں صرف ہو گیا۔ برابر کے دونوں کمرے ایک خان بابا اور دوسرا کمرہ اپنے لیے سیٹ کیا۔ گھر کے اُوپر والے حصے میں مٹی سے اَٹے دو نواری پلنگ اور ایک آرام کرسی ایک میز جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی اور دو چوکیاں پڑی تھیں۔ فی الحال دو پلنگ دو کمروں میں بچھا کر صاف ستھرے بستر کر لیے کرسی برآمدے میں رکھ لی تھی۔ اپنے کمرے میں پلنگ کے ساتھ بکس کو بہ طور میز کے طور پر رکھ لیا۔ فرشی دری بچھا کر ایک طرف استری کے لیے کونہ درست کر لیا اور ساتھ ہی سلائی مشین سیٹ کر لی۔ دونوں کمروں میں لیمپ تیار کر کے رکھ دیئے۔ اتنا سب کچھ کرنے کے بعد جب رات کو بستر پر لیٹی تو گھر گھر لگ رہا تھا۔ جسم کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا لیکن اماں کو خط لکھنا انتہائی ضروری تھا۔

۸۔۱۰۔۱۹۳۶

محترم اماں جان!

السلام علیکم!

ہم شام چھ بجے بہ خیریت گنج پورہ پہنچ گئے تھے۔ آج صبح اسکول بھی گئی تھی۔ اسکول کا ماحول بہت اچھا ہے۔ گھر سے ایک سڑک کے فاصلے پر اسکول ہے۔ اسٹاف سے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے ہیں۔ کل صبح سے انشا اللہ باقاعدگی سے کلاس لوں گی، آج اسکول

سے آ کر گھر کی صفائی کی ہے۔ گھر کافی اچھا ہے دو منزلہ ہے۔ اوپر کا حصہ ابھی تک قابل استعمال نہیں ہمارے لیے نیچے کا پورشن کافی ہے۔ تین کمرے آگے برآمدہ روشن کچن ہوادار گھر ہے۔ صاف ستھرا ہونے کے بعد بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اب آپ اپنا احوال کہیں۔ گل رخ اور لالہ رخ کا کیا حال ہے۔ آپ کو تنگ تو نہیں کرتیں۔ آپ کو ایک خوشی کی بات بتاؤں۔ میرے اسکول کے ایک پورشن میں مڈل تک کلاسوں کی سہولت ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو اب چھٹیوں پر گھر آؤں گی تو واپسی پر لالہ رخ اور گل رخ کو اپنے ہم راہ لے آؤں گی۔ میرا بھی دل لگ جائے گا۔ خان بابا بھی ٹھیک ہیں موسم کے بدلنے اور سفر کی تھکان کی وجہ سے فلو ہو گیا تھا۔ ہسپتال کی سہولت گھر کے قریب ہے۔ خان بابا دوا لے آئے تھے اب اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں۔ اس وقت سو رہے ہیں۔ میں بھی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ سارا دن بہت مصروفیت میں گزرا۔ بہت تھک گئی ہوں۔ اماں اپنی بیٹی کے لیے بہت دعا کیا کریں۔ آغا جی اور زبیدہ آپا کو سلام کہیں اور صاحبہ، گل رخ اور لالہ رخ کو ڈھیروں پیار۔

خدا حافظ

فقط آپ کی بیٹی سارہ

خط بند کر کے لفافے پر ایڈریس درج کیا لیمپ کی لو دھیمی کی اور تکیے پر سر رکھتے دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئی۔

بیٹا! سارہ بیٹا! اٹھو نماز قضا ہونے کو ہے۔ کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے۔ دس منٹ تک سورج نکل آئے گا۔ میں نے پانی گرم کر دیا ہے۔ سارہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ گہری نیند سے بیدار ہونے پر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہاں ہوں۔ آہستہ آہستہ ذہن بیدار ہوا تو جلدی جلدی ڈوپٹہ سنبھالتے پاؤں میں چپل پھنساتے باہر نکل آئی۔ السلام وعلیکم! خان بابا۔ جیتی رہو۔ میں تو گھبرا گیا تھا۔ کہیں تمہاری طبیعت تو خراب نہیں۔ جی نہیں بس تھکن کی وجہ سے نیند بہت گہری آئی۔ جلدی جلدی وضو کر کے نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈھیروں باتیں کرنے کے

بعد دل پُر سکون ہو گیا۔ خالق کائنات کی قربت کے احساس نے ہلکا پھلکا کر دیا۔ باورچی خانے میں تمام چیزیں ترتیب سے رکھنے کی وجہ سے بہت جلد ناشتہ تیار کر لیا۔ گندے برتن ٹوکری میں رکھ کر ڈھانک کر رکھ دیے۔ اسکول سے واپسی پر دھل جائیں گے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر تیار ہونے کے لیے کمرے سے استری اٹھا کر لائی۔ چولہے میں انگارے دہک رہے تھے۔ استری میں بھرے اور کمرے میں لے آئی۔ اینٹ پر رکھ کر اپنی گہرے نیلے باڈر والی ساڑھی نکالی تھی اب کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بکس کو میز پوش ڈال کر میز کی شکل دی تھی۔ اسی پر تو رکھی تھی۔ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر یا اللہ کہاں گئی۔ اب اسکول بھی جانا تھا۔ جانے وقت پر کہاں غائب ہو گئی۔ دوسری ساڑھی نکالنے کے لیے اٹیچی کھولنے ہی لگی تھی کہ اچانک ساڑھی استری کے قریب کمبل پر پڑی نظر آئی۔ بے ساختہ اپنی غائب دماغی پر لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اتنی دیر میں استری خوب گرم ہو چکی تھی۔ جلدی سے ساڑھی استری کی۔ تیار ہونے کے بعد دیوار گیر چھوٹے سے آئینے میں اپنے سراپے کا جائزہ لیا۔ سارہ زیادہ خوب صورت نہیں تھی۔ کھلتے ہوئے چمک دار گندمی رنگت میں بلا کی کشش تھی۔ ہر وقت کے نزلہ زکام کی وجہ سے نظر پر اثر پڑا تھا۔ اماں ہر وقت ان کی خوراک کا خیال رکھتی تھیں۔ صبح نہار منھ سات بادام چھلکے اُتار کر دودھ کے ساتھ ضرور دیتی تھیں۔ لیکن کچھ عرصے سے نظر کم زور ہو چکی تھی۔ نظر کی کم زوری کے باعث کالے فریم کی عینک کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس سے شخصیت میں عجیب سا نکھار آیا تھا۔ بہت زیادہ بارُعب شخصیت لگنے لگی تھیں۔ آواز تو پہلے ہی بہت سخت اور بارُعب تھی۔ لوگ بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ سب ہی بہت احترام کرتے تھے۔ بونے سے قد کی سارہ کی شخصیت میں بہت زیادہ گریس تھا۔ کاتب تقدیر نے دھیرے سے ان کی زندگی کا دھارا ہی موڑ دیا تھا تو سارہ نے اپنی بارُعب شخصیت کو اور بھی زیادہ بارُعب کر لیا تھا۔ اپنے وجود کو کرختگی کے خول میں بند کر لیا تھا تا کہ فضول قسم کے سوالو ں سے بچا جائے گھٹیا ذہنیت کے لوگوں کو فضولیات بکنے کی جرات نہ ہو۔ جب سب چھوٹے بڑے سارہ باجی کے نام سے پکارتے تو طمانیت کا احساس ہوتا۔ جلدی جلدی میں سیدھی

نکال کر بالوں کو جوڑے کی شکل دی اور ساڑھی کا پلو اچھی طرح سے سر پر جمایا۔ پرس تھامایا۔ خط کا خیال آیا بل کر اچھی طرح سے یاد تھا کیوں کہ پرس کے ساتھ ہی چابیاں اور لفافہ رکھا تھا دونوں چیزیں غائب تھیں۔ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ منھ ہی منھ میں بڑبڑانے لگی۔ چلو خط تو پھر پوسٹ ہو جائے گا۔ چابیوں کے بغیر کیا کیا جائے۔ چلو آج اکیلی ہی اسکول جاتی ہوں۔ ہمت کر کے بیزاریت سے میں دروازے تک آ گئی۔ ابھی خان بابا کو بتانے والی تھی کہ دروازے کے ساتھ طاقچے میں لفافہ، تالہ چابیاں دھری منھ چڑا رہی تھیں۔ اس وقت کسی بات کا خیال نہ آیا کہ رات چیزوں کے پاؤں لگ گئے ہیں جو خود سے آ گئی ہیں۔ احتیاط سے دروازے بند کیے اور گذشتہ روز کی طرح دونوں نے اسکول کی طرف قدم بڑھا دیے۔ خان بابا آج بھی آپ کو چوکیدار کے ساتھ بیٹھنا پڑے گا۔ آج میں معلوم کروں گی ہمارے محلے سے بھی ضرور کوئی لڑکی یا ٹیچر آتی ہو گی۔ آپ کو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ بیٹی! آج تو ایسی باتیں کی مگر آئندہ مت کرنا ورنہ مَیں ناراض ہو جاؤں گا۔ شکر ہے میرا ناکارہ سا وجود تمھارے کام آ رہا ہے۔ سچ ہے ہم سب کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔ اللہ پاک نے کوئی چیز بھی بے مقصد نہیں بنائی ہے۔

پلیز خان بابا مجھے معاف کر دیں۔ مَیں نے آپ کا دل دکھایا ہے اور ہاں یہ خط پوسٹ کر دیجیے گا۔ اماں کو خط لکھا ہے۔ آج اسکول میں داخل ہوئی تو اجنبیت کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ ابھی اسکول لگنے میں کچھ وقت تھا سیدھی سٹاف روم میں داخل ہوئی۔ میز پر رکھے رجسٹر پر حاضری لگائی۔ کرسی پر بیٹھ کر اسکول لگنے کا انتظار کرنے لگی۔ اتفاق سے سٹاف روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سکون سے بیٹھی تو صبح کے واقعات دماغ میں گھومنے لگے۔ پہلے ساڑھی پھر خط اور چابیاں یاالٰہی کیا ماجرا ہے۔ ان ہی خیالات میں گم تھی کہ اچانک اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کے دباؤ سے چونک گئی۔ ارے مسز محمود آپ کب آئیں۔ جناب آپ اپنے میں اتنی گم تھیں کہ کیا بتاؤں کچھ دیر تو برداشت کیا۔ پھر صبر نہیں ہوا۔ محترمہ بتائیں بھلا ایسی بھی کیا سوچیں ہیں شیئر کریں گی۔ ارے ہاں کیوں نہیں۔ اتنی اپنائیت سے پوچھا گیا تھا کہ

جو میں سوچ رہی تھی بتا دیا۔ مس محمود نے بہ غور سنا کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی ہوائی چیز نہ ہو آپ کے گھر میں کیوں کہ آپ نے بتایا تھا کہ اس وجہ سے کم کرایے پر اتنا بڑا گھر مل گیا ہے۔ میرا تو مشورہ ہے کہ پہلی فرصت میں قرآن پاک کا ختم کروائیں۔ اللہ خیر کرے گا۔ لگتا ہے صرف شرارتی ہیں اور تو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔

ابھی مَیں اور مس محمود باتیں کر رہی تھیں کہ مس نازلی، مس نوشابہ اور مس رائمی آگے پیچھے داخل ہوئیں۔ پُر جوش طریقے سے ملیں ان کے پیچھے مس سنتوش داخل ہوئیں ان کے ہاتھوں میں چیزیں تھیں۔ پرس کے ساتھ ایک ڈونگا اور املی کی چٹنی کی بوتل تھی۔ آج کیا بنا کر لائی ہو مس محمود نے بے تکلفی سے پوچھا۔ مسز سنتوش نے چیزیں میز پر رکھیں اور پرس سے رومال نکال کر ماتھے کا پسینہ خشک کرنے لگیں۔ فربہ بدن ہونے کی وجہ سے ذرا سا چلنے سے سانس چڑھ جاتا تھا۔ بہت ہنس مکھ تھیں ہمیشہ شوخ رنگوں کی ساڑھیاں زیب تن کرتی تھیں۔ جوڑے میں گجرا اور بازوؤں میں لباس کی ہم رنگ چوڑیاں ان کا خاصا تھیں۔ خوش بو جو کہ بے تاب ہو کر ڈونگے سے باہر آ رہی تھی۔ شامی کبابوں کا پتہ بتا رہی ہے۔ بڑی ذہین ہو گیا یاد کرو گی بو جنے کی وجہ سے تمھیں ایک اضافی کباب مل جائے گا۔ سب نے شور کیا بھئی یہ تو بے ایمانی ہے۔ خوش بو تو ہم سب کو آ رہی ہے۔ دراصل یہاں پہلے بولو پہلے پاؤ کی بنیاد ہے۔ اس دل چسپ نوک جھونک میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اسکول لگنے کا گھنٹہ بج گیا۔ سب ٹیچروں نے آدھی چھٹی تک کے لیے اجازت چاہی اور اپنی اپنی کلاسوں کا رخ کیا۔

مسز شاہ چلیں بھئی آپ کا تو آج پہلا دن ہے آپ کی عملی زندگی کا اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے۔ بیگم ہمدانی نے دعائیہ انداز میں کہا۔ جی ہاں آپ کی دعائیں ساتھ ہیں سب اچھا ہی اچھا ہوگا۔

اے شانِ کریمی مجھے مایوس نہ کرنا
تقدیر بدلتی ہے دعاؤں سے

کلاس میں قدم رکھتے ہی لڑکیوں نے بہت پُر جوش طریقے سے اپنی نئی کلاس ٹیچر

مس شاہ کا استقبال کیا۔ بلیک بورڈ پر بہت خوب صورتی سے خوش آمدید لکھ کر اپنی محبت کا اظہار کیا گیا تھا۔ میز پر بہت خوب صورت تازہ پھولوں کے گل دستے مہک رہے تھے۔ بہت پُر خلوص انداز تھا۔ سارہ نے بھی اپنے چہرے پر پُر شفقت مسکراہٹ سے لڑکیوں کو اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کے لیے کہا۔ حاضری کا رجسٹر کھلا بیس لڑکیوں کی کلاس تھی۔ سارہ کو کپڑوں کی سلائی کٹائی پر عبور حاصل تھا۔ غضنفر شاہ کے انتقال کے بعد باقاعدہ طور پر اُجرت پر کپڑے سلائی کرنے لگیں تھیں۔ ہاتھ میں بلا کی صفائی تھی جو ڈیزائن ایک مرتبہ دیکھ لیتیں نہایت مہارت سے بنا لیتیں۔ سکول میں سارہ کو ایمرئیڈری کی کلاس ملی تھی۔ سارہ نے اتنے پُر خلوص استقبال کے بعد نرم مسکراہٹ کے ساتھ اپنا تعارف کروایا۔

دو کرسیاں اور ڈیسک پانچ پانچ کی دو روئیں تھیں۔ کلاس کی دیواروں پر لڑکیوں نے بڑی مہارت سے جواب تک ٹانکے سیکھے تھے بڑی خوب صورتی سے رنگ برنگے کپڑوں پر بنا کر آویزاں کیے ہوئے تھے۔ سارہ نے بہ غور ستائش بھری نظروں سے دیکھا شاباش تم لوگوں نے کافی زیادہ ٹانکے سیکھ لیے ہیں۔ آج سے کٹ ورک کے پھول بنانے کا طریقہ سکھاؤں گی۔ پہلی رو میں سنگیتا اور کرشمہ نے پھرتی سے خاکی کاغذ، قینچی، کامن پن وغیرہ نکال کر اپنے اپنے ڈیسک پر رکھ لیے۔ ان کی دیکھا دیکھی تمام لڑکیوں نے اپنے اپنے بیگز سے چیزیں نکال لیں۔ آپ سب کا شوق دیکھ کر، بہت خوشی ہوئی انشاءاللہ آپ کٹ ورک کا کام بھی بہت جلد سیکھ لیں گی۔ سارہ بہ ظاہر بہت سخت نظر آتی تھیں لیکن ڈیوٹی بہت ایمان داری اور محنت سے سرانجام دیتی تھیں۔ سب اپنے کام میں اتنی محو ہو گئیں دوسرا سارہ کا سکھانے کا انداز بھی بہت ہی اچھا تھا کہ لڑکیوں کو سیکھنے میں دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ سکھانے کے ساتھ ہلکی پھلکی گپ شپ بھی جاری تھی۔ دو چار لڑکیاں چمپا، ناہید، کملا، شاردہ سارہ کے محلے سے آتی تھیں۔ اس طرح سارہ کے آنے جانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ آدھی چھٹی کا گھنٹہ بجا تو لڑکیاں اپنی ٹیچر سے کافی مانوس ہو چکی تھیں۔ سارہ بھی اب کافی مطمئن اور پُر اعتماد نظر آ رہی تھی۔ مسکراتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھیں اور کہنے لگیں چلیں اب آپ

لوگ بھی فریش ہو جائیں۔ پرس اٹھا کر سبک رفتاری سے اسٹاف روم کی طرف چل دیں۔
اکیلے اکیلے کہاں جارہی ہیں پیچھے سے اچانک مس محموداور مس نوشابہ نے آواز لگائی۔ سارہ
نے مسکرا کر دیکھا۔ اور ان کے انتظار میں رک گئیں۔ مسز شاہ نوشابہ کی شادی میں بہت کم
دن رہ گئے ہیں اور کام بے شمار ہے آپ کل بتارہی تھیں کہ کپڑوں کی سلائی کر لیتی ہیں کیا
آپ مدد کریں گی۔ کیوں نہیں مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ میں خود سے ہی کہہ لیتی کیا سلوانا ہے۔
نوشابہ آپ مجھے بڑی بہن سمجھ کر بے تکلفی سے بتائیں سلائی کے سلسلے میں جو کام باقی ہے
میں حاضر ہوں کیوں نہیں مسز شاہ میرا اس بات پر یقین ہے کہ جس نے کی شرم اس کے
پھوٹے کرم۔ میرے دو سوٹ، چوڑی دار پاجامے اور بھوپالی فراک رہتے ہیں۔ میں آج
لے آئی ہوں۔ اتفاق سے دیوالی اور ہفتہ اتوار کی چھٹی آرہی ہے۔ گھر والوں سے بھی ملنے کو
بہت دل چاہ رہا تھا ان چھٹیوں میں میں گھر جاؤں گی مسز شاہ آپ اپنی بیٹیوں کو آتے
ہوئے اپنے ہمراہ لے آئیں۔ مس محمود نے خلوص سے مشورہ دیا۔ سوچ تو میں بھی یہی رہی
ہوں۔ میری بڑی بیٹی گل رخ جب میرے شوہر کا انتقال ہوا تھا تو دس برس کی تھی۔ اب ماشا
اللہ چودہ سال کی ہوگئی ہے۔ اماں نے ان کی پرورش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتی۔ پڑوس
کی اُستانی جی کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لیے بھیج دیتی ہیں۔ بے حد شرارتی اور لا
اُبالی طبیعت کی مالک ہیں۔ تین سال ہونے کو ہیں قرآن پاک ختم ہونے میں نہیں آرہا۔
اماں نے سختی سے کہا ہے کہ کم از کم گل رخ جسے ہم پیار سے رخی کہتے ہیں اپنی کزنز اور سہیلیوں
کی لیڈر ہے۔ ذہین بہت ہے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے لاپرواہ ہوگئی ہے۔ غضنفر شاہ کی
وفات کے بعد تمام لوگ ہی بہت زیادہ لاڈ اٹھانے لگے تھے۔ بے جا فرمائشیں بھی پوری
کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اماں نے یہ حالات دیکھتے ہوئے کچھ سختیاں شروع کی ہیں۔
لڑکی ذات ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمے دار بنایا ہے۔ کل کو ہماری تربیت پر حرف آئے گا۔
اس لیے اماں نے کہا ہے کہ کم از کم رخی قرآن پورا پڑھ لے اور ساتھ تھوڑی سی اُمور خانہ
داری بھی آنی چاہیے۔ تم تو اسکول میں مصروف ہوگئی ہو۔ اب اگر تم نے نوکری کی ٹھان لی

ہے تو صبر کرو اور دل کو بھی مضبوط رکھو۔ سارہ نے تفصیل سے مسز محمود کو اپنی مجبوری بتائی اکثر فرصت کے اوقات میں سارہ اور مسز محمود دکھ سکھ کر لیتی تھیں۔ چلیں کوئی اپنا ہوتا ہے تو اس کا حق بھی ہوتا ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کی والدہ حیات ہیں آپ کا بھلا سوچ رہی ہیں چلیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ مسز محمود میں اللہ پاک کا شکر ادا کرتی ہوں۔

صبر کرنا بہت مشکل ہے لڑنا سہل ہے
اپنے بس کا کام لیتا ہوں آسان دیکھ کر

آج اسکول سے واپسی پر لڑکیاں بھی ہم راہ تھیں۔ اکٹھی تین چھٹیوں کی خوشی علاحدہ تھی۔ چمپا نے تو باقاعدہ طور پر سارہ کو اپنے گھر دیوالی میں شرکت کے لیے دعوت دے ڈالی۔ سارہ نے بڑی نرم مسکراہٹ کے ساتھ یہ کہہ کر معذرت کر لی۔ میرا ارادہ اپنے گھر سبکنا جانے کا ہے۔ اس لیے میرا آنا مشکل ہے۔ چمپا اور سارہ کا گھر ایک ہی گلی میں تھا۔ ناہید، شاردہ اور کملا کا گھر ان کی گلی سے پچھلی گلی میں تھا۔ سب لڑکیاں اپنے اپنے گھر آ گئیں تو خان بابا نے داخلی دروازے کا قفل کھولا تو سارہ نے بے تاب ہو کر خان بابا سے پوچھا کہ اسٹیشن کس وقت جائیں گے۔ بیٹا مغرب کی نماز پڑھ کر ایک گھنٹے کا راستہ ہے انشا اللہ عشاء تک گھر پہنچ جائیں گے۔ سارہ کی بے تابیاں دیکھ کر مسکرانے لگے۔ چیزیں سمیٹ لو جانا ہو تو وقت بہت تیزی سے گزر جاتا ہے۔ ابھی کھانا کھا کر سارہ برتن سمیٹ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی آس پڑوس میں اتنی واقفیت نہیں ہوئی تھی بھلا اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ ٹھہرو بیٹا میں دیکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر دروازہ کھولا تو سامنے آٹھ برس کا لڑکا کھڑا تھا۔ بھئی برخوردار کس سے ملنا ہے۔ بابا میرا نام لالو ہے۔ مجھے ہسپتال سے ڈاکٹر شیراز نے بھیجا ہے۔ آپ کے لیے پیغام ہے کہ کبھی چکر لگائیں۔ اچھا بیٹا تم چلو میں آتا ہوں۔ دروازہ بھیڑ کر واپس پلٹے تو کافی خوش تھے۔ بیٹا میرا کوئی صاف ستھرا سوٹ اور صاف پگڑی نکالو۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے بلوایا ہے ابھی چکر لگا لوں پھر ہم نے دو تین دن کے لیے جانا ہے بڑا اچھا لڑکا ہے بے چارا اکیلا ہے۔ اتنا بڑا ڈاکٹر ہے۔ غرور نام کو نہیں۔ سارہ نے خان بابا کا پروگرام سنا

تو جھٹ سفید رنگ کا سوٹ، واسکٹ اور پگڑی نکال کر پلنگ پر رکھ دی۔ اچھا ہے کوئی تو واقفیت بن جائے بے چارے سارا دن بور ہوتے ہیں۔ مکھنا میں تو بہت سارے دوست اور رشتے دار بھی تھے۔ یہاں گھر میں بھلا مجھ سے سارا دن کیا باتیں کریں۔ دو چار روز سے مسجد جانا شروع کیا تھا۔ کام زیادہ سے زیادہ گلی کی نکڑ سے دودھ دہی کی دکان سے صبح نماز سے واپسی پر دودھ لے آتے تھے۔ سارہ ڈاکٹر صاحب کے بلاوے پر خان بابا سے بھی زیادہ خوش تھی کہ چلو کچھ وقت تو اچھا کٹ جائے گا۔ اچھا بیٹا میں جا رہا ہوں گھنٹے ڈیڑھ تک واپس لوٹ آؤں گا۔ تم بھی تیاری کر لو۔ دروازہ اندر سے اچھی طرح بند کر لو۔ جی اچھا۔ سب سے پہلے کچن کے برتن سمیٹ کر الماری کو تالا لگایا پھر بستر کمبل وغیرہ کو بڑی سی چادر میں لپیٹ کر رکھ دیے تاکہ گرد نہ پڑے۔ فرشی دری سلائی مشین سلیقے سے پلنگ کے نیچے رکھ دی۔ اپنے اور خان بابا کے لیے ایک ہی بیگ میں چند جوڑے رکھ دیے۔ اس ساری تیاری میں وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ اللہ خیر کرے مغرب میں کچھ ہی وقت رہ گیا ہے۔ خان بابا کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ مجھے ہسپتال کا تو معلوم تھا لیکن جاتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ اللہ کرے خود ہی آ جائیں اتنے غیر ذمہ دار تو نہیں ہیں۔ معلوم تو ہے کہ آج جانا ہے۔ پریشانی میں داخلی دروازے پر کئی چکر لگا چکی تھی۔ مغرب کی اذان ہوئی تو پریشانی بڑھ گئی۔ جلدی جلدی نماز ادا کی ابھی دعا مانگ کر فارغ ہوئی تھی کہ خان بابا کے کھانسنے کی آواز آئی تو سارہ نے جھٹ بھاگ کر دروازے کی کنڈی کھول دی آپ کہاں رہ گئے تھے۔ سارہ نے دیکھتے ہی کہا بیٹا تم ایسا کرو جلدی جلدی دروازے وغیرہ بند کر دو میں تانگہ لے کر آتا ہوں۔ ہمیں اسٹیشن جانا ہے ٹرین چھوٹنے میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے جلدی کرو۔ تانگے میں بیٹھ کر تسلی سے خان بابا نے سارا کو بتایا کہ بھئی آج تو بڑا مزہ آیا ڈاکٹر صاحب تو شطرنج کے بڑے اچھے کھلاڑی ہیں۔ میرے تو ذہن سے نکل گیا تھا کہ اس دن باتوں باتوں میں میں نے انھیں بتایا تھا کہ میرا پسندیدہ کھیل شطرنج ہے ان کو یاد تھا بور ہو رہے تھے بلوا بھیجا پھر تو آپ نے بڑی ذمہ داری کا ثبوت دیا ورنہ اماں کو بڑی شکایت رہتی کہ خان بابا کو تو کچھ کہ نہیں سکتی تھیں

البتہ آغا جی سے خوب لڑائی ہو کہ کوئی مر بھی جائے تو آپ کو پرواہ نہیں چال ادھوری نہ رہ جائے۔ مَیں تو اس موئی شطرنج سے عاجز ہوں اچھے بھلے لوگوں کو نکما کرنے میں اس کھیل کو محاورہ حاصل ہے۔ چلو شکر ہے ہم وقت پر اسٹیشن پہنچ گئے۔

خوشی سے بے قابو ہوتے دل کے ساتھ سارہ نے دروازہ پر دستک دی۔ ایک بار دوبار کی دستک کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا تو تشویش ہوئی۔ خان بابا لگتا ہے کوئی گھر پر نہیں ہے۔ اللہ خیر چلیں زبیدہ آپا کی طرف چلتے ہیں۔ موڑ کے ساتھ ہی زبیدہ آپا کے گھر کا دروازہ تھا۔ جنوری کی یخ بستہ رات تھی۔ گلی میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں دور سے سنائی دے رہی تھیں۔ دروازے پر پہنچ کر اندر کی گہما گہمی کا اندازہ ہو گیا۔ ایک کواڑ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اماں پر نظر پڑی تو بھاگ کر اماں کے گلے لگ گئی مانوس سی خوش بو اُن کے وجود سے پھوٹ رہی تھی اماں شاید پیک تھوکنے باہر آئیں تھیں۔ باقی لوگ اندر کمروں میں کوئلے کی انگیٹھیاں سلگائے دنیا جہان کے قصوں میں مصروف تھے اور بچے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ اندر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اماں نے خان بابا کا پوچھا تو مجھے بھی اپنی لاپرواہی پر غصہ آنے لگا کہ مَیں نے بھی خوشی میں خیال ہی نہیں کیا کہ دروازے تک خان بابا میرے ساتھ نہیں ہیں۔ فضل جاؤ باہر جا کر دیکھو ابھی باہر گلی میں جھانکا ہی تھا کہ فضل نے اندر آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ بی بی خان بابا کو ان کے دوست شکر چاچا لے گئے ہیں۔ اور دونوں ہی ریڑھی پر گرم گرم مونگ پھلیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور خوش گپیوں میں مشغول ہیں۔ خان بابا کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد اماں کو تشویش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا اماں خیر تو ہے۔ آج زبیدہ آپا کے گھر میں سب کی موجودگی کچھ تو دال میں کالا ہے۔ نہیں بیٹی! ابھی تم تھکی ہو سفر چاہے ایک گھنٹے کا ہو مگر سفر ہی ہوتا ہے۔ ہاتھ منہ دھو لو ابھی ماں بیٹی میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک زبیدہ آپا باہر آئیں اور آتے ہی اپنی بہن کو دیکھ کر خوشی سے گلے لگا لیا۔ ارے باہر کس لیے کھڑی ہو ابھی فضل نے بتایا تو میں نے مذاق سمجھا۔ سرور آپا پر نظر پڑی۔

جن کی آنکھیں بہت زیادہ رونے سے سرخ ہو رہی تھیں اپنی آنکھوں کو ڈوپٹے سے پونچھ کر
اپنے قریب ہی سارہ کو لحاف میں بٹھالیا۔ اتنے میں اماں برابر والے کمرے سے لالہ رخ اور
گل رخ کو لے آئیں دیکھو تو تمھاری بی بی جان آئیں ہیں۔ کہاں ہیں اماں آپ مذاق
کر رہی ہیں۔ صاحب میری بھانجی ارشاد کی بیٹی جو زبیدہ آپا نے اولاد نہ ہونے پر گود لیا تھا
بہت چنچل تھی وہ لالہ رخ اور گل رخ سے پہلے ہی بھاگتی ہوئی میری گود میں بیٹھ کر لحاف سے
مجھے چھپا دیا تھا۔ جب چھوٹی لالہ کو اپنی بی بی جان نظر نہ آئیں تو اونچی آواز میں رونے لگی تو
میں بے اختیار لحاف میں سے باہر نکل آئی جلدی سے اپنی گود میں لے لیا ارے دیکھو تو میری
بیٹی تو بڑی بہادر ہے ایسے بھلا روتے ہیں، گل رخ کو بھی اپنے دوسرے گھٹنے پر بٹھالیا، اماں
نے بہت سا تیل لگا کر رخی کی دو چھوٹی چھوٹی چوٹیاں بنائی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے بڑی
لگ رہی تھی۔ لالہ کو ابھی تک صاحب پر غصہ آ رہا تھا۔ البتہ رخی صاحب سے دو سال چھوٹی ہونے
کے باوجود دونوں میں بہت زیادہ دوستی تھی۔ ایک جیسے کپڑے بنواتیں۔ دونوں گھروں کے
درمیان آنے جانے کے لیے الگ دروازہ تھا۔ زبیدہ آپا کے سسر انتہائی سخت آدمی تھے۔
سب چھوٹے بڑے پاپاجی کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ دونوں ان کے غصہ کی بھی پرواہ نہیں کرتی
تھیں۔ ارے پاپاجی کہاں ہیں اتنا شور تو ان سے برداشت ہی نہیں ہوتا تھا۔ زبیدہ آپا نے
بتایا وہ اپنی زمینوں پر گئے ہیں اور آغاجی کے کچھ کاروباری دوست آئے ہوئے ہیں۔ آغا
جی اور ان کے دوستوں کی کہیں دعوت ہے۔ وہ وہاں گئے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں نے
اماں کو اپنے پاس بلالیا ہے۔ اب تم ماشاءاللہ فریش لگ رہی ہو۔ زبیدہ آپا! آپ میرے صبر کو
اور نہ آزمائیں خیر آپ سے کیا پوچھنا سرور آپا آپ ہی بتائیں اتنا رونے کا کیا سبب ہے۔
میں نے براہ راست سرور آپا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑا گئیں ایک رونا
ہو تو بتاؤں تم تو جانتی ہو میرے سسرال کو رائی کا پہاڑ بنانے کی عادت ہے۔ میاں جی کا ایک
ہاتھ اٹھ جائے تو پھر جھجک کیسی میرا بس چلتا ہے رونے پر سو میں یہ کام میں بہت مہارت
سے کر لیتی ہوں۔ اماں کو ان کا چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا ہرگز پسند نہیں تھا۔ اس وقت بھی

اماں پان منہ میں رکھتے ہوئے انتہائی غصہ سے سرور آپا کو گھور رہی تھیں۔ تمھاری اپنی عادتوں نے تمھیں خراب کیا ہے۔ بی بی ایک حد تک جی جی بھی اچھی لگتی ہے۔ حق بات پر تو بولا کرو۔ خیر سے چار بیٹوں کی ماں ہو۔ اپنی حیثیت کے مطابق تمھارے باپ نے تمھیں سب کچھ دیا اللہ کی شان دیکھو جوتیاں گھس گئی تھیں اس وقت تو جلال میاں بے نوکر بھی تھے ہمارے سے منہ بھر کے جھوٹ بول دیا تھا۔ ہم بھی چیزیں دیکھتے ہیں دوسرا کچھ نہیں۔ اب جب کہ تمھارے مقدر سے سب کچھ دیا ہے تو منہ میں زبان بھی آ گئی ہے۔ نخرے کرنے بھی بہت آ گئے ہیں۔ جیا تو اماں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اماں کو جب غصہ آتا تو نان سٹاپ بولتی تھیں۔ اس وقت اماں کو جیا کی مداخلت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ ساس نہ جانے غصے میں ہونے کے باوجود اپنی اولاد کو اس کے علاوہ کچھ نہیں کہتی تھیں۔ اماں بتائیں ان لوگوں کو رہنے دیں اور کیا تم کوئی غیر ہو جو تم سے چھپائیں یہ تمھاری بہن جو خیر سے آئیں تو اپنے سسرال والوں کے دباؤ سے اپنے بوڑھے جیٹھ آٹھ بچوں کے باپ شمس الدین کا رشتہ لے کر آئیں ہیں۔ بہ قول ان کے سسرال والے ہمیں بے غیرت اور تمھیں خود سر گردانتے ہیں۔ تم نے نوکری کر لی ہے ہم تمھیں دو وقت کی روٹی نہیں کھلا سکتے۔ آئے بڑے غیرت مند اس دوران سرور آپا روتے ہوئے اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ دیکھو سارہ مجھے غلط نہ سمجھو میں بھلا ایسا کیسے سوچ سکتی ہوں میں تو ان کے طعنوں سے تنگ آ کر یہاں آ گئی ہوں۔ خود ہی عقل ٹھکانے لگ جائے گی۔ پہلے تو میری ذات کو لے کر لڑائیاں ہوتی تھیں کہ میں بد سلیقہ ہوں گھرداری نہیں جانتی وہ میں برداشت کرتی رہی اب بھلا میں اپنے میکے والوں کی اتنی بے عزتی اور پھر تم نے مردانہ وار حالات سے مقابلہ کیا ہے بھلا وہ کیا جانے جاہل لوگ۔ تنگ آ گئی ہوں ان کی تنگ نظری سے۔ میری ساس کو تو اللہ ہی ہدایت دے۔ یہ اتنے بُرے نہیں دل کے بہت اچھے ہیں۔ ماں بہن کے سکھاوے میں آ جاتے ہیں۔ سرور تمھاری اپنی باتوں کی وجہ سے تمھارے بادا خاموش ہو جاتے ہیں۔ کہ چلو ہمارا داماد تو اچھا ہے۔ ورنہ شادی کے شروع میں ہی مزہ چکھا

دیتے۔ بچوں کا بھی بکھیڑا نہیں تھا۔ اب تو تمھارے ساتھ چار جانوں کا بھی ساتھ ہے۔ تمھاری اور بہنوں کی بھی سسرال ہیں۔ تمھارے باپ کو کچھ عرصے سے دل کا مرض بھی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر نے منع کر رکھا ہے۔ پریشانی والی بات نہیں بتانی ہے۔ اب بیٹا عقل مندی سے تم سب اپنے اپنے حالات میں گزارہ کرو۔ اللہ پاک خیر کرے گا۔ سرور اب تم اپنا رونا دھونا بند کرو شکر ہے تمھارے آغا جی اپنے دوستوں کی وجہ سے مصروف ہیں میں خود جلال الدین سے بات کرلوں گی۔ اور سارہ تم بھی زیادہ دل پر مت لو۔ دنیا والوں کا کیا ہے کسی حال میں جینے نہیں دیتی۔ سب سے زیادہ مجھے ہی تمھارے دوسرے نکاح کی فکر تھی اللہ رسول کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن تمھارے رونے دھونے اور بچوں سے دُوری کہ اماں مجھے تو شوہر اور بچے مل جائیں لیکن میری بیٹیوں کو باپ نہیں ملے گا۔ بیٹا! اب دل مضبوط کرو۔ ایسی کڑوی کسیلی باتیں شربت سمجھ کر پینے کی عادت ڈال لو۔ ہمت سے کام لو میں حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی کتنی مختلف لگ رہی تھیں جب سے آغا جی کو دل کا عارضہ لاحق ہوا تھا۔ وہی اماں جو ہر بات ہر مسئلہ آغا جی کو بتا کر بے فکر ہو جایا کرتی تھیں تمام گھریلو مسائل کا بوجھ آغا جی پر تھا۔ بہ قول اماں کے کہ انھیں دن رات کی خبر نہیں تھی۔ اب کیسے ہر قسم کے حالات کے سامنے آہنی دیوار بن گئی ہیں۔ قسمت سے تم سب خیر سے اکٹھی ہوئی ہو یہ رونا دھونا بند کرو۔ واقعی پھر اماں کے سمجھانے پر دلوں پر چھائی یاسیت ایک دم چھٹ گئی۔ بھلا لوگوں سے کیا ڈرنا اللہ کی ذات سے ڈرنا چاہیے۔ شکر ہے ہمارے سروں پر ماں باپ جیسی نعمت موجود ہے۔ انشا اللہ اللہ پاک سب ٹھیک کردے گا۔ (امین) زبیدہ آپا جلدی سے اُٹھ کر باورچی خانے سے گرما گرم نمکین چائے بنا کر لے آئیں۔ ٹرے میں بالائی کا پیالہ اور نمک بھی رکھ لائیں جس کا دل چاہے وہ یہ بھی چائے میں ڈال لے۔ ارشاد باجی بھئی آپ بہت چالاک ہیں بیٹھے بیٹھے آپ نے تو تیزی سے سوئیٹر کا پچھلا حصہ تقریباً مکمل کرلیا ہے۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہے میں کام میں لگ گئی اور آپ نے موقع سے فائدہ اٹھالیا تم بھی بچوں کی طرح کیا باتیں لے بیٹھی۔ سارہ تم بتاؤ اسکول اور گھر کے متعلق۔ ان سب بہنوں نے ایک کمرے میں بسر

زمین پر لگا لیے تھے۔ اماں کے لیے کونے میں پلنگ ڈال دیا تھا۔ کیوں کہ اماں ساتھ سونے سے بیزار ہوتی تھیں۔ سارہ کو سب کچھ دھیرے دھیرے وہاں کے حالات بتانے لگی۔ بیٹا! تم تو خیر سے گھر اور اسکول میں خاصی مصروف ہو گئی ہو بے چارے خان بابا کا وقت کیسے گزرتا ہے تو بے اختیار سارہ کو آج کا واقعہ یاد آ گیا تو زیرِ لب مسکراتے ہوئے خان بابا اور ڈاکٹر شیراز کی سنگت کا سنانے لگی وہ شطرنج کھیلنے کے بہت شوقین لگتے ہیں۔ اے لو: پھر تو شکر خورے کو شکر مل گئی۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ یہ کہتے کہتے اماں نے کروٹ لی اور تھوڑی دیر میں خراٹے لینے لگیں ہم سب نے بھی اماں کے آرام کی خاطر سونے کی ٹھانی۔

آج آغا جی نے ناشتے میں پائے نان اور حلوہ پوری منگوائی۔ آخر کار اُن کی لاڈلی بیٹیاں جو آئی ہوئی تھیں۔ چلو آج مَیں بھی تھوڑی بد پرہیزی کر لیتا ہوں ورنہ تو تمھاری اماں میرے ساتھ تھانے داروں والا سلوک کرتی ہیں۔ آپ ہلکا پھلکا کھایا کریں۔ یہ نہیں کھانا وہ نہیں کھانا آپ میری شکائتیں کیوں کر رہے ہیں۔ آپ کے بھلے کے لیے کہتی ہوں۔ آغا جی بد پرہیزی تو ہم آپ کو نہیں کرنے دیں گے۔ درمیان والی شاہ گل بولیں۔ ہمیں بھی آپ سے بہت محبت ہے۔ اللہ پاک آپ کو صحت عطا فرمائے (آمین) سب بیٹیوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ لگتا ہے ماں بیٹیوں کے سامنے میری ایک نہیں چلے گی۔ خان بابا آپ ہی کچھ ساتھ دیں۔ نہ بھئی برخوردار میرا خیال ہے تم اس دلیہ پر ہی اکتفا کرو تم مجھے بھی بہت عزیز ہو۔ تمھارے وجود نے مجھے اولاد نہ ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ارے خان بابا آپ کے چہرے پر اُداسی اچھی نہیں لگتی اور دلیے کا پیالہ اپنے آگے کرتے ہوئے بولے۔ آپ تو سارہ کے ساتھ چلے گئے ہماری شطرنج کی محفلیں اُداس ہو گئیں۔ آج زبردست میچ ہو گا۔ زیرِ لب مسکراہٹ دبا کر اماں کی طرف دیکھا جو چہرے پر مصنوعی غصہ سجائے بیٹھیں تھیں۔ دیکھو اس وقت تو مَیں اپنے دوستوں کو الوداع کرنے اعجاز صاحب کی طرف جا رہا ہوں۔ دوپہر کا کھانا بھی وہیں ہے۔ لیکن مَیں برائے نام ساتھ دوں گا۔ تم آج

قورمہ اور یخنی پلاؤ بنانا کھانا تو مَیں اپنے گھر ہی آ کر کھاؤں گا۔ میرے کپڑے نکال دو۔ شجاع صاحب نے مریم خاتون کو مخاطب کر کے کہا کپڑے تو مَیں نے نکال دیے ہیں لیکن اپنے کھانے کا خیال رکھا کریں وہاں پر کوئی بد پرہیزی نہ کرنا۔ اچھا بابا مَیں تمھیں ویسے ہی تنگ کرتا ہوں۔ مَیں تمھیں اُداس نہیں دیکھ سکتا مجھے معلوم ہے کہ تم میری صحت کو لے کر خاصی پریشان رہتی ہو۔ دیکھو تم پریشان نہ رہا کرو۔ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کرو۔ نانا ابو آپ کو مقبول نانا بلا رہے ہیں۔ اچھا بھاگ وان اللہ حافظ بھئی دل تو نہیں چاہ رہا ہے۔ آج کافی دنوں کے بعد میری ساری بیٹیاں گھر پہ ہیں پر مجبوری ہے کہتے ہوئے صحن میں آئے تو ارشاد باجی کمرے کے دروازے پر ہی کھڑی ملیں۔ خوشی خوشی دیکھیں تو آغا جی مَیں نے آپ کے لیے سوئیٹر بنایا ہے۔ یہی سوئیٹر پہن کر دیکھیں۔ اماں بھی بے ساختہ بولیں ساری رات سوئیٹر بناتی رہی ہو ہمیں بھی نہیں بتایا کہ اپنے باپ کے لیے بنا رہی ہو۔ اور کیا تو زبیدہ آپا بھی حیران ہو کر بولیں ارشاد تم نے بہت خوب صورت وی بنائی ہے ہلکے آسمانی رنگ کا سوئیٹر آغا جی نے جلدی جلدی پہن لیا۔ بیٹا اس وقت تو مَیں جلدی میں ہوں ویسے تمھارا انعام پکا ہے۔ بیرونی دروازے سے مقبول صاحب نے آواز دی جلدی کریں۔ شجاع صاحب انتہائی عجلت میں خدا حافظ کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔ سارہ کی اچانک اماں پر نظر پڑی تو اماں کا زرد ہوا چہرہ دیکھ کر جلدی سے پانی کا گلاس لے کر آئیں ارے اماں کیا بات ہے۔ آج صبح سے ہی پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔ ہاں بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے۔ بس ذرا بے چینی سی محسوس ہو رہی ہے۔ پانی پیتے پیتے حلق کڑوا ہو گیا۔ تو دل اور بھی گھبرا گیا۔ یا الٰہی خیر کرنا۔ چلیں اماں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں نہیں زبیدہ کمرے سے میری پھکی لا دو۔ شاید دماغ میں گیس ہو گئی ہے۔ ہزار بار منع کیا ہے رات میں گوبھی نہ پکایا کرو۔ کوئی مانتا نہیں۔ اس سے شاید بدہضمی ہو گئی ہے۔ سرور اور نذیر نے جلدی جلدی دھوپ میں چارپائی پر بستر لگایا سارہ اماں کو ادھر لے آؤ۔ کہیں ٹھنڈ نہ لگ رہی ہو۔ صابرہ تم بڑی پھپھی کا قہو[illegible] آپا نے کہا [illegible] بیٹا مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی تم سب کیوں

ہلکان ہو رہی ہو۔ میں نے پھکی کھالی ہے۔ انشا اللہ اب ٹھیک ہو جاؤں گی۔ سارہ تمہارا دل تو بہت چھوٹا ہے کیسے تمہارے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ ارے اسد بیٹا دیکھو باہر کون ہے۔ اچھا خان بابا دیکھتا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر میں اسد بھاگتا ہوا خان بابا کے پاس آیا۔ کیا ہوا بیٹا گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ نانا ابو کو اعجاز چاچا کے گھر پر دل کا دورہ پڑا ہے۔ کیا خان بابا کے ہاتھ سے بھری چلم گر گئی تم سمجھ داری سے کام لو اور ابھی باہر نہ بتانا۔ میرے ساتھ چلو۔ اتنے میں احمد باہر سے گھبرایا ہوا آیا ساتھ ہی باہر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں کیا بات بیٹا کیوں رو رہے ہیں۔ خان بابا خیر کہاں اماں باہر بے ہوش پڑی ہیں۔ احمد گلی میں کھیل رہا تھا۔ مقبول چاچا نے بتایا ہے کہ باہر آغا جی کے تمام دوست کھڑے ہیں کافی رش ہے احمد نے روتے ہوئے خبر دی کہ نانا ابو کو جان لیوا دورہ اعجاز چاچا کے گھر میں پڑا اور ان کے گھر میں ہی جان نکل گئی ہے۔ ہسپتال لے جانے کی بھی نوبت نہیں آئی۔ تھوڑی ہی دیر پہلے کیسے ہنستے مسکراتے اپنے پیروں سے چل کر گئے تھے ایک دم گھر میں کہرام مچ گیا تھا یک گھر بھر گیا۔ رشتے دار غیر سب ہی کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ اماں اماں آنکھیں کھولیں ارے کوئی ہے جو میری اماں کو اٹھائے ساری بلک بلک کر رو رہی تھیں اماں آغا جی ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہوش میں آئیں بڑی مشکل سے ہوش میں آئیں تو ایک دم سے سب کو ہٹا کر آغا جی کی چارپائی کے قریب آئیں لڑکیو کیوں رو رہی ہو۔ خان بابا سے کہو ڈاکٹر کو بلا لائیں۔ مریم اپنے آپ کو سنبھالو پھوپھو بیگم نے اپنے گلے لگاتے وقت دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت ایک تلخ حقیقت ہے۔ شجاع اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اس میں نہ کوئی اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے جاتا ہے۔ سب خدا کی رضا ہے۔ مریم ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا ہو۔ دھیرے دھیرے بڑبڑانے لگیں۔ آپ کیسے چلے گئے۔ ساری زندگی ساتھ نبھانے کا کہتے اور تمام مسائل کو سلجھانے میں زندگی گزر گئی آپ تو میرا سہارا تھے کیسے چل پاؤں گی۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے پاس

سے اٹھنے نہیں دیتے تھے۔ اب کیسے بنا بتائے خاموشی سے چل دیئے۔ وقت جیسا بھی ہو نہیں رکتا جانے والے چلے جاتے ہیں۔ زندگی کا طور طریقہ ویسے ہی چلتا رہتا ہے۔ سرور اور ارشاد چیخوں کے ساتھ رو رہی تھیں آغا جی آپ ایسے کیسے چلے گئے آپ کی سب کو بہت ضرورت تھی۔ آپ کے بغیر ہم کیسے جی سکتے ہیں۔ کیسے رہیں گے۔

آغا جی جتنی جلدی گئے اتنی ہی جلدی ان کے کام ہوئے بڑی اچھی جگہ قبر بنی کشادہ ہوادار جگہ تھی رب العزت اگلے جہان میں بھی جنت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہیں (آمین) اگلے ہی دن ہلکی سی بارش ہوئی تو معلوم ہوا کہ قبر ڈھلوان ہے آناً فاناً قبر پختہ ہوئی لال اینٹوں سے۔ زندگی میں بھی بہت ڈسپلن اور صفائی ستھرائی کا خیال تھا اور ہر کام بہت جلدی کرنے کے عادی تھے۔ بکھراؤ اور الٹ پلٹ بالکل برداشت نہیں تھا۔ آخری دن تک سر سے پاؤں تک سجے سنورے سمارٹ آغا جی ان کو دیکھ کر کوئی ان کی صحیح عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ فخریہ انداز میں سب کو اپنی عمر بتاتے رہتے تھے۔ چھوٹے بڑوں کے آئیڈیل بہ قول سارہ کے ہم نے تو جینا ہی آغا جی سے سیکھا ہے۔ بہت دکھی تھے بیٹا نہ ہونے کا بھی بہت ملال تھا بہت سے اپنوں کی بے اعتنائیاں بھی تھیں مگر مجال ہے جو اپنی اندر کی ٹوٹ پھوٹ کو کبھی ظاہر بھی ہونے دیا ہو۔ بیٹیوں کے بہت سے مسائل تھے۔ چھوٹی سارہ کی دونوں بیٹیوں کی ذمہ داری محسوس کرتے تھے۔ سارہ کو نوکری کی اجازت بھی اپنی صحت اور گرتی ہوئی حالت کو دیکھ کر دی تھی۔ بھائی کا وجود نہیں تھا۔ میں بھی گرتی ہوئی دیوار ہوں۔ ویسے بھی لڑکیوں کو پُر اعتماد دیکھنا چاہتے تھے۔ بہت ٹوٹ پھوٹ کے باوجود دیکھنے والے حیرت سے دیکھتے تھے۔ ریٹائر ہوئے کافی عرصہ بیت چکا تھا پر لباس بے شکن ہر چیز میں ترتیب نظر آتی تھی۔ گھر میں ایک پُر سکون سا کمرہ تھا جہاں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ گویا ایک چھوٹی سی لائبریری۔ مہمان خانہ بے حد سلیقے سے سیٹ کیا تھا۔ مریم خاتون جھگڑا بھی کرتی تھیں بھی ایسی بھی کیا بے اعتقادی۔ ارے نیک بخت ماشاءاللہ بھرا پُرا گھر ہے کچھ نایاب کتابیں اخبار

اس کمرے کی ایک چابی تو تمھارے پاس بھی ہے۔ تم اور میں کوئی الگ تو نہیں ہیں۔ بس ذرا عادت سے مجبور ہوں۔ اتنے تحمل سے بات کرتے کہ مریم کی تمام جھنجھلاہٹ ایک دم ختم ہو جاتی۔ انتقال والے دن جب رشتے داروں نے دروازے کے کواڑ کھولے ایک خوش گوار خوش بو نے استقبال کیا۔ بے شکن بستر، الماری میں سلیقے سے ٹانگے چند سوٹ پلنگ کے ساتھ ہی چھوٹی میز پر ریڈیو اور سلیقے سے رکھا اخبار کونے میں رکھا سونو گرام ریکارڈ دیوار کے ساتھ صوفہ سیٹ دیواروں پر زمانہ ملازمت اور خاص خاص موقعوں پر لیے فوٹو بڑے خوب صورت فریموں میں آویزاں تھے۔ ایک کونے میں بک شیلف میں ہر موضوع کی کتب موجود تھیں۔ مطالعہ بہت وسیع تھا ہر ٹاپک پر بے تھکان بول سکتے تھے، سننے والا بجائے بور ہونے کے اپنے علم میں اضافہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان کا انداز بیان ہی اتنا دل چسپ ہوتا تھا کہ بوریت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

مریم اُن کے چلے جانے کے بعد جب بہت پریشان ہوتی تو چپکے سے ان کے کمرے میں چلی آتی۔ اپنے ہاتھوں سے صفائی کرتی۔ ہر چیز صاف کر کے قرینے سے رکھتیں۔ صفائی کرتے کرتے سنگھار میز تک آئیں ایک کونے میں رکھے کیلنڈر پر نظر پڑی۔ ۲۷ جنوری کی تاریخ تھی۔ شجاع آپ کو بچھڑے پچیس دن ہو گئے ہیں۔ گھر میں بہت سے لوگ ہیں آپ کی بیٹیاں، بہن، بھائی لیکن میں اپنی ذات میں اکیلی ہوں بہت کم زور ہو گئی ہوں بہ قول آپ کے کم عقل ہوں۔ آپ کے بغیر ادھوری ہو گئی ہوں دنیا کے کام کیسے سلجھا سکوں گی کمرے میں ان کی سسکیاں گونج رہی تھیں :

آیا تھا ایک شخص میرا درد بانٹنے
رخصت ہوا تو اپنا غم بھی دے گیا مجھے

اماں آپ خلاؤں میں کیا گھورتی رہتی ہیں اتنی چپ نہ رہا کریں۔ دل گھبراتا ہے۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا بھی تو نہیں جاتا۔ میری طرف دیکھیں میں نے کیا کیا نہیں برداشت کیا۔ اپنے آپ کو اس قدر مصروف کر لیا ہے کہ رات کو تکیے پر سر رکھنے کی شرط ہے۔

اماں میری دیکھیں تو آخر ہمارا کیا بنے گا۔ ہمارا بھی تو بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ ہم بہنوں کے سر سے باپ کا سایہ اور شفقت چلی گئی ہے۔ سارہ صبح سے اماں کو سمجھا رہی تھی۔ جب اماں کی چپ نہ ٹوٹی تو سارہ نے رونا شروع کر دیا۔ زبیدہ دیکھیں نا بڑی مشکل سے اماں نے سارہ کی طرف دیکھا۔ سر پر کم زور سا ہاتھ رکھا۔ ماں کا لمس محسوس کر کے صبر کے تمام بند ٹوٹ گئے۔ گلے لگ کر ماں بیٹیاں پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ خان بابا خاموشی سے دیکھ رہے تھے لیکن اُن کے چہرے پر اطمینان تھا مریم اگر کھل کر نہ روتی تو ڈاکٹر کے مطابق بہت پریشانی کی بات تھی۔ ماحول بہت سوگوار تھا۔ ایک دن پہلے شجاع صاحب کا چہلم ہو چکا تھا۔ گھر میں شاہ گل ان کے دو بیٹے ریحان نعمان زبیدہ آپا اور اُن کے شوہر ساجد میاں ایک کونے میں افیم کھا کر گھریلو معاملات سے الگ ہی رہتے تھے۔ سارہ، خان بابا اور مریم بی موجود تھیں کھل کر رو لینے کے بعد دل کی گھٹن کم ہوئی تھی۔ سارہ بیٹے جاؤ اچھی سی نمکین چائے اور باقر خانیاں لے آؤ۔ جی اچھا سارہ چائے بنانے چلی گئی۔ خان بابا نے مریم کی طرف دیکھا۔ جو دوبارہ اپنی سوچوں میں گم تھیں۔ گلا صاف کرتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کیا۔ مریم شجاع اپنی مرضی سے نہیں گئے۔ موت ایک تلخ حقیقت ہے۔

خان بابا فضل بازار سے باقر خانیاں لینے گیا۔ اپنی سارہ کی طرف دیکھو ۲۸ سال کی عمر میں اس پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے لیکن ہم سب نے اس کو سمجھایا اور دیکھو اب وہ کتنی بہادری سے جی رہی ہے۔ تم اس کی ڈھارس اور ہمت بنو اب شجاع بھی نہیں ہیں تم نے اب ماں کے ساتھ ساتھ باپ بن کر بھی ان کو سنبھالنا ہے۔ اگر تم حوصلہ ہار دو گی تو بہت مشکل ہو جائے گی۔ امید ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھال لو گی۔ جی خان بابا ہر بات سمجھتی ہوں۔ ساتھ بہت پرانا اور گہرا تھا۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ سارہ واقعی بہت ہمت ہے۔ زبیدہ آپا آ کر چائے پی لیں بڑے کمرے میں آ جائیں سارہ بہن کو آوازیں دیتی کمرے میں داخل ہوئی۔ ٹرے گول میز پر رکھی کانگڑی میں ابھی کچھ کوئلے دہک رہے تھے۔ جس کی وجہ سے کمرے میں گرمائش تھی بیٹا بچیاں نظر نہیں آ ہیں زبیدہ آپا کی طرف لڈو کھیل رہی ہیں۔ اماں

کو کافی دنوں کے بعد نواسیوں کا خیال آیا جن کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کرتی تھیں۔ سبحان تیری قدرت اللہ میاں بڑی عزیز ہستیاں جدا ہو جاتیں ہیں پھر صبر بھی تو ہی دیتا ہے۔ زندہ لوگ دھیرے دھیرے زندگی کی گہما گہمی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ رب کا بڑا معجزہ ہے۔ واہ سارہ تم تو نمکین چائے بنانے کی ماسٹر ہوگئی ہو۔ کیا خوب صورت رنگ نکالا ہے ذرا بالائی کا پیالہ تو دینا۔ اماں آپ کے پیالے میں بالائی ڈالوں زبیدہ نے بڑی محبت سے ماں سے پوچھا نہ بیٹا بلڈ پریشر کی وجہ سے بالائی کھانی تو کب کی چھوڑ دی ہے زبیدہ کو معلوم تھا اس وقت تو بات برائے بات کی غرض سے پوچھا تھا۔ اماں کا اُداس سراپا دیکھ کر دل پھٹ جاتا تھا۔ اماں تو اپنے لباس کے بارے میں مشہور تھیں کہ جب دیکھو مریم سر سے پاؤں تک بن سنور کے رہتی ہے۔

لکھنؤ کا کھوسہ ہی پہنتی تھیں آغا جی آرڈر پر بنوا کر دیتے تھے۔ اماں کاکوری کے نواب کی بیٹی تھیں۔ بارعب شخصیت تھیں دودھیا چمکتا ہوا رنگ بڑی بڑی پُرکشش آنکھیں کمر تک سنہرے بال اس عمر میں بھی جس محفل میں جاتیں چھا جاتی تھیں۔

زبیدہ نے بڑی ہمت کر کے اماں کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ اماں تھوڑی دیر کے بعد مَیں پانی گرم کردوں گی۔ صحن میں دھوپ بھی آجائے گی آپ غسل کرلیں۔ جب تک مَیں آپ کے بالوں کی الجھنیں نکال دیتی ہوں۔ ٹھیک ہے۔ زبیدہ اماں کے قریب تخت پر بیٹھ کر اماں کے بال سلجھانے لگی۔ خان بابا قریب ہی بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ خان بابا! خان بابا! مریم کے دو تین مرتبہ پکارنے پر چونکے۔ کہو بیٹا کیا بات ہے۔ اس گھر کے بارے میں آپ کو معلوم ہوگا۔ آپ سے تو کوئی بات نہیں چھپاتے تھے۔ آخری دنوں میں اس بات کو لے کر خاصے پریشان رہتے تھے۔ ہوں...... پہلے تو خان بابا گڑبڑا گئے۔ مریم بیٹا اب کہو خان بابا نے حقہ ایک طرف کرتے ہوئے مریم کو بغور دیکھنے لگے۔ خان بابا مَیں اس گھر کے بارے میں کہہ رہی تھی۔ ہاں شجاع میاں مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے تھے۔ اتفاق سے میں بھی اس وقت یہی سوچ رہا تھا۔

شاید یہی پریشانی شجاع کے دل کا روگ بن گئی تھی۔ ساری زندگی نہایت وضع داری سے گزاری تھی۔ اتنے بڑے کنبے کا واحد کفیل تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن پر گزارہ کرنا اور پھر بیٹیوں کی شادی کے مسائل۔ زمانہ ملازمت میں تو صرف ایک بیٹی کے فرض سے سبک دوش ہوئے تھے۔ شجاع صاحب نے ساری زندگی نہایت کفایت شعاری، سلیقے اور بھرم سے گزاری تھی۔ خاندان میں لین دین داماددوں کو دینا دلانا سب کچھ کرتے تھے۔ کپڑے کا سائیڈ بزنس کرنے لگے تھے۔ بزنس پارٹنر کی صحیح پرکھ نہ کرسکے اس کی بے ایمانی کی وجہ سے کاروبار میں خسارہ ہوگیا۔ عمر بھر کی پونجی برباد ہوگئی۔ اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے گھر گروی رکھنا پڑا تھا۔ بروقت ادائیگی نہ کرسکنے کی وجہ سے اس گھر میں کچھ دن کے مہمان تھے۔ بس یہی دکھ ان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کررہا تھا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اتنی بڑی غلطی سے بہت پریشان تھے۔ مریم خاتون سے بھی نظر نہیں ملاسکتے تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی نے بڑی تگ و دو کے بعد بنایا تھا۔ اس گھر میں انھوں نے بہت خوب صورت دن دیکھے تھے۔ گھر کو چھوڑ دینے کا خیال بڑا جان لیوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اتنی بڑی پریشانی میں خاموشی سے اپنے پاس بلالیا۔ وہ اپنے گھر میں جس آن بان سے رہے اسی شان سے جنازہ اُٹھا اُن کا بھرم قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر روشن اور کشادہ کرے جنت کی ہوائیں آئیں (آمین)

خان بابا شجاع میاں کے بارے میں سوچتے سوچتے غم سے نڈھال تھے۔ اب ساری ذمہ داری ان کے ناتواں کندھوں پر تھی۔ سبحان تیری قدرت اولاد جیسی نعمت سے محروم تھے پروردگار نے اتنی بڑی ذمہ داری کے لیے مجھ جیسے گناہ گار کا انتخاب کیا تھا۔ اللہ پاک مجھے ہمت دینا۔ مریم لالہ رخ اور گل رخ کا میں حوصلہ بن سکوں۔ (آمین)

سارہ نے اماں اور خان بابا کو پریشان دیکھا دونوں کے ذہن ماؤف تھے۔ گھر سے سب کے دل وابستگی تھی۔ جو حالات تھے اُن سے عقل مندی سے نبٹنے کی ضرورت تھی۔ گھر کو بھی چھوڑا جائے اور بدنامی بھی نہ ہو۔ خان بابا ایک تجویز ہے اور معقول لگے تو اس پر عمل کریں ہاں کہو مٹا! دیکھیں آغا جی بھی تنگ ہمسائی کی وجہ سے بھی پریشان تھے

کاش اس بارے میں کھل کر بات کرتے تو مل جل کر حل سوچا جا سکتا تھا۔ ایسا کرتے ہیں کہ سارے خاندان والوں کو ملنے جلنے والوں کو کہتے ہیں اس گھر میں آغاجی کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہا جا رہا ہے اس لیے ہم دوسرے گھر میں شفٹ ہو رہے ہیں بلکہ میں اپنے ساتھ کچھ پودے لے کر جا رہی ہوں آپ جگو چاچا کو اعتماد میں لے لیں میرا خیال ہے اُن کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اُن کو آم کھانے سے مطلب ہے ہمارا گھر جو قسمت سے اُن کا ہو گیا ہے وقت پر دے رہے ہیں۔ اس طرح سے آغاجی کا بھرم بھی رہ جائے گا ہمیشہ کے لیے زبیدہ آپا نے خوشی سے سارہ کا ہاتھ دبایا واہ سارہ تم تو بڑی عقل مند ہو گئی ہو اور معاملہ فہم بھی یہ تو وہی بات ہو گئی سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ خان بابا اور اماں کے چہرے بھی پُر سکون لگ رہے تھے۔ زبیدہ وضو کے لیے پانی گرم کر دو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اب کچھ دماغ کا بوجھل پن کم ہوا ہے۔ سچ ہے دین سے دنیا رکھنا بہت مشکل ہے۔ مرنے والے بہت زیادہ رکھ رکھاؤ کے مالک تھے اچھا اللہ پاک سب کے پردے رکھے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہ اماں کی پرانی عادت تھی جب کسی مسئلے کا حل سمجھ آ جاتا تو پھر اُس بات کو دہراتی نہیں تھیں اس وقت بھی گویا بات ختم کر دی گئی۔ حالانکہ گھر خالی کرنے کے خیال سے ہی فضا سوگوار ہو گئی تھی آنکھوں کے بجائے دل رو رہے تھے لیکن تمام لوگ ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے گویا کہ ایک دوسرے کو دکھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"ضبطِ غم میں آسان نہیں ہے عالی
آگ ہوتے ہیں وہ آنسو جو پی جاتے ہیں"

مریم خاتون آج بہت بے چین تھیں دن کی روشنی میں اپنے کو اپنے سے چھپاتے چھپاتے تھک چکی تھیں رات کی تاریکی میں تکیے پر سر رکھتے ہی آنکھوں میں رُکے آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے۔ گزرے ہوئے ماہ و سال نظروں میں گھوم جاتے شجاع آرمی میں کیپٹن تھے۔ نئے نئے کوئٹہ میں پوسٹنگ پر آئے تھے تھوڑا عرصہ سسرال میں گزار کر شجاع کے سنگ کوئٹہ چلی گئیں رہائش کے لیے ہٹ ملی تھی شجاع نے مریم کو لانے سے پہلے ہی بہت خوب

صورتی سے گھر کو ڈیکوریٹ کر لیا تھا شجاع کو معلوم تھا۔ مریم بہت کھلے ہاتھ اور بے فکری کی زندگی کی عادی ہے آرمی میں رکھ رکھاؤ کے لیے ظاہری اخراجات بہت ہوتے ہیں ملنا جلنا ڈنر پارٹیز وغیرہ وغیرہ کوئٹہ تھوڑے عرصے کے لیے آئے تھے اس لیے مریم کو سختی سے منع کیا تھا جہیز کا کوئی سامان نہیں لانا۔ اس لیے خود ہی ہر طرح سے کچن سے لے کر ڈرائنگ روم تک سیٹ کیا تھا تاکہ مریم کو کوئی پریشانی نہ ہو آج کل ویسے بھی مریم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی گھر کے کام کاج کے لیے اردلی تھا شجاع کسی چھوٹے سے کام کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے اُن کا آڈر تھا خوراک کا خاص خیال رکھا کرو۔ مریم اپنی چھوٹی سی راج دھانی میں راج کر رہیں تھیں دیکھنے والے اُن کے حُسن اور نصیب پر رشک کرتے۔ کوئٹہ کی یخ بستہ وادی میں دسمبر کی ایک انتہائی سردرات میں اُن کے گھر ننھی ارشاد نے جنم لیا تو اُن کی فیملی مکمل ہو گئی ماں بن کے مریم کے حُسن میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ مختلف اسٹیشنز پر پوسٹنگ ہوتی رہیں اب مریم سات بیٹیوں کی ماں تھیں بیٹا نہ ہونے کا قلق مریم کو بہت زیادہ تھا بیٹے کے شوق میں سات بیٹیوں کی ماں بن گئیں البتہ شجاع کے ماتھے پہ شکن تک نہیں تھی فوج کی ملازمت میں بچت ایک مشکل ترین مرحلہ تھا دورانِ ملازمت تو گھر کا کوئی مسئلہ نہ تھا کبھی کبھی مریم اپنے خوب صورت گھر کی بات کرتیں تو شجاع گہری سوچ میں گم ہو جاتے کیوں کہ وہ کوئی جدی پشتی امیر نہیں تھے اور مریم کے گھر والوں سے کچھ کہنا اُن کی غیرت کے منافی تھا بڑی جدوجہد کے بعد لدھانے میں ایک کنال کا پلاٹ خریدا تھا لدھانے اُن کے اور مریم کے عزیز واقارب کے قریب ہی ایک پلاٹ کی رجسٹری مریم خاتون کے نام کر کے اُنھوں نے اپنی چہیتی بیگم کو سرپرائز دیا۔ اماں سارہ کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے مریم کی سوچوں کا تانا بانا بکھر گیا کیا بات ہے بیٹا ابھی تک سوئی نہیں ہو بالکل ٹھیک ہوں۔ اماں آپ ہی تو کہتی ہیں کہ جھوٹ بولنا بُری بات ہے آپ کے اور میرے دُکھ ایک سے ہیں پھر کیوں نہ مل جل کر حل کریں اماں اس آنگن میں ہمارا بچپن گزرا ہے اس گھر کے درودیوار سے آغا جی کی خوش بو آتی ہے باتیں کرتے کرتے سارہ کو آج ایک دم ہی

ریحان نومان اور شوکت وغیرہ کے پُر جوش چہرے یاد آ گئے اور خان بابا بھی عشا کی نماز پڑھ کر آئے تو کچھ پریشان سے تھے کہ بھئی آج تو شنکر کے تیور بھی بدلے ہوئے تھے اس پر ریحان میاں نے پُر جوش انداز میں فضا میں مکّہ لہرا کر مسلم لیگ کے جلسے کا آنکھوں دیکھا احوال سنایا خان بابا آپ تو گھر کے مسائل اور زیادہ سے زیادہ گلی کے نکڑ تک محدود ہو گئے ہیں شہر میں روزانہ مسلم لیگ اور کانگرس کے کارکن مصروف عمل ہیں آج کل بچے بچے کے دل کی آواز لبوں پر نعرے کی صورت ملک کے درو دیوار گونج رہے ہیں۔

"بٹ کے رہے گا ہندوستان
بن کے رہے گا پاکستان"

ہر آنے والا دن مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔

"تھے اک جانب وہ مسلم لیگ کے اللہ کے شیدائی
مقابل کانگرس کے جاہ و منصب کے تمنائی"

اماں سارہ بیگم نے تفصیل سے ساری گفت گو سنائی شاید آپ عشا کی نماز پڑھ کر آرام کر رہی تھیں سارہ کیا تم باؤلی ہو گئی ہو جو اس طرح سے سوچ رہی ہو ہندو مسلم صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں ہمارے اور ان کے مذاہب جدا ہیں پر بہن بھائیوں کی طرح سے رہ رہے ہیں ہندوستان ہی ہم سب کا ملک ہے۔ مریم خاتون جیسی سوچ والے لاکھوں انسان تھے جو اپنی جنم بھومی سے دلی محبت رکھتے تھے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اپنا گھر محلّہ شہر چھوڑ کر کہیں اور جائیں سارہ بی مجھے تو لدھانہ چھوڑ کر مکھینا جانے کے خیال سے ہول اُٹھ رہے ہیں صرف ایک گھنٹے کی دوری پر ہے گجا تم نئے ملک کی بات کر رہی ہو چلو اب سو جاؤ دماغ بہک رہا ہے سارہ نے بھی ڈانٹ کھا کر سونے کے لیے کروٹ بدل لی۔ صبح موذن کی آواز کے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹی بیدار ہو گئیں باہر صحن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی تھیں زبیدہ آپا بھی باورچی خانے میں وضو کے لیے لکڑیاں سلگا کر پانی گرم کر رہی تھیں سارہ برآمدے میں آئیں تو دونوں بہنوں کی نظریں ملیں عجیب سی اُداسی تھی آج پندرہ فروری اس

گھر سے رخصت ہونا تھا صحن کے چاروں طرف کیاریوں میں پودوں میں نئی کونپلیں پھوٹ رہیں تھیں بہار کی آمد تھی سوکھی شاخیں تیزی سے ہری ہو رہی تھیں خزاں کا رنگ تیزی سے اتر رہا تھا سارہ سحر زدہ سی سارے آنگن میں چکر لگا رہی تھی سارہ حوصلہ کرو تم تو اماں کا بیٹا ہو کوشش کریں گے کہ دوبارہ سے یہ آشیانہ آباد ہو رات کو سب کی ہمت باندھ رہی تھیں انتہائی سلیقے سے سارا سامان باندھا ہے نماز سے فارغ ہو کر آگے کی سوچتے ہیں گول گول ستونوں والے کشادہ برآمدے میں جس کا فرش کالے اور سفید رنگ کے پتھر سے بنا تھا بچپن میں ہم سب شٹاپو کھیلتے تھے آج وہاں پر گھر کا سامان پڑا تھا صحن کے درمیان میں آم کا درخت بھی اُداس نظر آ رہا تھا جس کی چھاؤں میں تخت پوش پر اماں گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر قریب ہی آرام کرسی پر بیٹھے آغا جی سے زمانے بھر کی باتیں کرتیں آغا جی محویت سے اخبار پڑھتے ہوئے ہوں ہاں کرتے تو اماں غصے سے پان دان کو زور سے بند کرتیں اور زور شور سے سروتے سے چھالیہ کاٹنے لگتیں۔ گویا اماں کا یہ غصہ کرنے کا انداز تھا آغا جی زیرِ لب مسکراہٹ دبا کر اماں کو دیکھتے تھوڑی دیر پہلے اماں جس موضوع پر زور شور سے بولتے ہوئے ناراض ہوئیں تھیں آغا جی بڑی تسلی سے اخبار تہہ کر کے اماں کو بڑی تفصیل سے مسئلے کا حل بتاتے اماں بھی دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ بظاہر ناراض سی چھالیہ کترتی جاتیں یہی حال اماں کا بچوں کے سلسلے میں تھا ڈانٹ کر فوراً ہی تھوڑی دیر کے بعد چہرے پر مسکراہٹ ہوتی۔ آخر آخر میں تو اماں آغا جی کی صحت کو لے کر بہت پریشان رہتیں تھیں آغا جی کو باہر جاتے ہوئے خوب ہدایات دیتیں تو آغا جی ہنس کر ہم سب کو کہتے کہ تمھاری ماں کو تو لیکچرار ہونا چاہیے تھا ایک ہی ٹاپک پر بولنے کا بہت محاورہ ہے سارہ بیٹا سارہ بیٹا ایک دم ہی خان بابا کی آواز سے خیالوں میں ڈوبی سارہ حال میں واپس آ گئی :

"یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا"

شاہ گل بیٹا تم سب سے بڑی ہو حوصلہ کرو تم سب کی پریشان صورتیں دیکھ کر کلیجہ

منہ کو آتا ہے اللہ خیر کرے گا جگو لالہ کو یہ گھر قسمت سے مل گیا ہے اُس کی پہلے ہی بڑی جائیداد ہے بہت زیادہ مال دار ہے یہ گھر ہم سب کے لیے بہت زیادہ معانی رکھتا ہے وہ یہ گھر کاروباری انداز سے ضروری مرمت کروا کر فروخت کر دے گا یا کرائے پر دے گا آج کی گفت گو سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے اللہ نے چاہا تو کوئی بہتر صورت ضرور ہو گی انشاء اللہ یک زبان سب نے کہا زبیدہ آپا کے گھر کی وجہ سے گھر کا سارا فرنیچر وغیرہ سٹ گیا تھا اب صرف دو ٹرنک دو سوٹ کیس اور ایک بڑا بستر بند چھوٹے بڑے دس نگ ہیں تانگہ اور ایک گدھا گاڑی لے آیا ہوں تم اندر جاؤ میں مزدور سے سامان رکھوالوں ریل کا وقت نو بجے ہے اس وقت سات کا ٹائم ہے۔ صاحب گل رخ لالہ رخ سب کو آوازیں دیتی زبیدہ آپا اماں کا ہاتھ تھامے آ رہیں تھیں سارہ اماں کو سنبھالو میں ان بچوں کو دیکھوں جو حالات سے بے خبر اُودھم مچا رہے ہیں سرور آپا کیا کر رہیں ہیں وہ تمام کمروں کی الماریاں وغیرہ چیک کر رہی ہیں کہیں کچھ رہ نہ گیا ہو اماں آپ بالکل بھی دل چھوٹا نہ کریں ہم جلد ہی اپنے گھر میں آجائیں گے۔ سارہ سامان سمیٹتے سمیٹتے اماں سے باتیں بھی کرتی جا رہی تھیں اماں گھر کافی چھوٹا ہے پر مجھے امید ہے آپ کا دل لگ جائے گا دو تین ماہ تک لدھانہ ٹرانسفر ہو جائے گا۔ بس نیچر کے آنے کی دیر ہے پلیز اماں خوش رہا کریں گل چلو تم بھی بڑا دوپٹہ لیا کرو دیکھو تو صاحبہ نے کتنے اچھے طریقے سے اوڑھا ہوا ہے ماشا اللہ بڑی بڑی لگ رہی ہے وہاں پر گھر داری میں ہاتھ بٹایا کرنا کیوں کہ وہاں پر کوئی ملازم نہیں ہے بی بی آپ فکر ہی نہ کریں دیکھنا تو کیسے ہم آپ کا سارا کام کریں گے صاحبہ نے جلدی سے حوصلہ دیا شاباش بیٹا اپنی اس نٹ کھٹ سی گل رخ کو بھی کام کاج سکھایا کرو گلی میں گھوڑے کی ٹاپ کی آواز آئی تو ریحان تو جلدی جلدی سے سامان اُٹھا کر باہر گلی تک لے جانے لگے تمام بڑے ایک دوسرے سے نظریں چراتے ہوئے برقع پہن کر تیار ہونے لگے گھر کے بڑے دروازے کو قفل لگانے لگی تو خان بابا نے آہستہ سے قفل لے کر پاس کھڑے جگو چاچا کے ملازم کے ہاتھ میں دے دیا شکر ہے اماں نے یہ سب نہیں دیکھا تھا وہ حسب عادت آیت الکرسی پڑھ کر گھر پر دم کر رہی

تمھیں سپردِ خدافی امان اللہ :

"اُڑتا پھرا ہوں شام تلک یوں تو دور دور
لیکن ہر آن دھیان مرا آشیاں میں تھا"

تانگے میں سوار ہی ہو رہے تھے کہ گلی کے نکڑ سے افضل اپنے بابا کے ساتھ ہاتھوں میں ایک گٹھری اُٹھائے تیز تیز قدموں سے اماں کی جانب بڑھا اُس کا باپ کریم الدین ایک غریب مگر محنت کش انسان تھا۔ قریب ہی ہوٹل میں دیگوں کو صاف کرتا تھا۔ بچا کھچا کھانا گھر لے آتا جس سے اُس کے بیوی بچے پیٹ بھرتے انتہائی غریب آدمی تھا افضل آٹھ یا دس سال کا بچہ تھا پڑھائی لکھائی کا بے حد شوقین تقریباً سارا دن ہمارے ہی گھر رہتا تھا اماں پیار سے اُس کو مٹھو کہہ کر بلاتی تھیں قرآن پاک پڑھاتی تھیں بہت محبت والا بچہ تھا جب سے اُس کو ہمارے جانے کا پتہ چلا تھا رُو رُو کر ہلکان ہو گیا تھا اب بھی کریم الدین اُس کے رونے اور اُس کی زندگی بن جانے کے خیال سے اُس نے افضل کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کریم الدین کی بات سن کر اور محبت دیکھ کر سب ہی متاثر تھے اماں کی آنکھیں آب دیدہ ہو گئیں برقعے میں ملبوس اماں نے محبت سے مٹھو کے ہاتھ تھام لیے کریم الدین افضل کو ہم پہلے بھی اپنی اولاد کی طرح ہی پیار کرتے تھے اب بھی انشاءاللہ جب تک دم ہے اپنے جی کے ساتھ لگا رکھیں گے سارہ نے آگے بڑھ کر اپنا ایڈریس تھمایا آپ کا جب جی چاہے ملنے آ سکتے ہیں ایک گھنٹہ کا راستہ ہے جب مٹھو کا جی چاہے ملنے آ جایا کرے گا خان بابا نے مٹھو کو پیار سے تانگے پر آگے والی سیٹ پر بٹھا دیا اچھا کریم الدین فی امان اللہ تین ماہ کے بعد گھر کا داخلی بڑا دروازہ تھوڑی سی چرچراہٹ کے بعد کھولا تو دالان میں جا بجا مٹی اور سوکھے پتوں کے ڈھیر نے استقبال کیا۔ سارہ نے جلدی سے اماں کا ناتواں سا بازو پکڑ لیا اور برآمدے میں رکھی کرسی کو ہاتھ میں پکڑے رومال سے جلدی جلدی صاف کر کے اماں کو بٹھایا۔ اماں چہرے سے کافی مطمئن لگ رہی تھیں۔ خان بابا کے بڑھاپے کے پیشِ نظر ریحان وغیرہ کو ہمراہ لے آئے تھے۔ ریحان بڑی پھرتی سے سامان ایک طرف رکھ رہا

تھا۔ ساتھ میں لڑکیوں پر حکم بھی چلا رہا تھا۔ سارہ نے بھی کمروں اور باورچی خانے کے تالے کھول دیے۔ کمروں کی کھڑکیاں اور روشن دان بھی کھولے تو بند کمروں میں ہوا کا تازہ جھونکا آیا۔ شکر ہے سارہ گھر تو کافی ہوادار اور روشن ہے۔ زبیدہ آپا نے کچن کی کھڑکی کھولتے ہوئے تبصرہ کیا۔ صحن کے کونے میں شاید بیٹھک ہے۔ جی آپا وہ ابھی میں نے خاص سیٹ نہیں کی تھی اوپر چھت پر جاتے ہوئے بھی سیڑھیوں میں ایک کمرہ ہے۔ جو کہ بند ہی پڑا ہے۔ دراصل میرے اور خان بابا کے لیے یہی دو کمرے کافی تھے۔ اب ریحان اور نومان کے لیے صاف کرلیں گے۔ اتنا الٹ پلٹ ہو رہا ہے سمجھ نہیں آ رہا کہاں سے شروع کریں۔
سارہ نے جاتے ہوئے بستر بند چادریں، کمبل اور تکیے بند کر دیے تھے۔ فرشی دری بکس میں۔ غرض کہ تمام چیزیں سلیقے سے بند کر کے گئی تھی۔ لڑکیوں نے جالے وغیرہ اتارے اور اچھی طرح فرش دھو کر صاف ستھرے کر لیے۔ کچن میں الماریوں میں مصالحے کے ڈبے اور برتن ڈھکنے کی وجہ سے تمام چیزیں صاف پڑی تھیں۔ زبیدہ آپا سارہ کے سلیقے کی داد بار بار دے رہی تھیں۔ صفائی ستھرائی کرتے کرتے شام ڈھلنے کو تھی۔ خان بابا تو تمام سامان وغیرہ اتروا کر اور سودا سلف کی دکان ریحان میاں کو دکھا کر ڈاکٹر صاحب سے ملنے چلے گئے تھے۔ اور ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے تھے۔ اماں کو کمرے سے پلنگ نکال کر صحن میں بستر کر دیا تھا۔ وہ تو شاید سو گئیں تھیں۔ اب فضا میں خنکی سی ہونے لگی تھی۔ لڑکیو ابھی تک چائے کا بندوبست نہیں کیا سر میں درد ہے۔ کچھ صفائی کل پر چھوڑ دو تھک جاؤ گی۔ بس اماں تقریباً صفائی ہو گئی ہے۔ کمرے بھی خشک ہو گئے ہیں۔ پہلے جو خان بابا کا کمرہ تھا اب اماں کے لیے ٹھیک کر دیا تھا۔ کونے میں نواری پلنگ پر سلیقے سے بستر بچھا رکھا تھا۔ کمرے میں فرشی دری بچھا کر دیوار کے ساتھ گاؤ تکیے رکھ دیے تھے۔ پلنگ کے برابر میز پر پان دان اور پلنگ کے نیچے اُگال دان رکھا تھا۔ لکڑی کے بکس جوڑ کر ان پر موٹا مخمل کا کپڑا ڈال کر تخت پوش کی شکل دے دی تھی۔ جائے نماز بھی رکھ دی تھی یہ کمرہ دوسرے کمرے سے کافی بڑا تھا۔ سارہ نے طاقچے میں لیمپ میں تیل ڈال کر رکھ دیا تھا۔ الماری کو صاف کر کے قرآن پاک اور ضرورت کی

اشیار کھی تھیں ابھی سارہ اماں کو کمرے کی طرف لا رہی تھی کہ ایک دم کمرے سے زور دار دھماکے کی آواز آئی۔ الٰہی خیر زبیدہ آپا بھی باورچی خانے سے لپک کر باہر آئیں سارہ نے جلدی سے دروازے سے چک اُٹھا کر اندر کا منظر دیکھا تو تیزی سے اندر بھاگیں۔ گل رخ دوہری تہری زمین پر پڑی تھی صاحبہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اُٹھو گل کیا ہوا ہے اور تم کیا پاگلوں کی طرح ہنس رہی ہو۔ ہوش کے ناخن لو ٹوٹی ہوئی کرسی پر کیوں چڑھیں تھیں۔ بی بی یہ ریحان بھائی نے گھڑیال صاف کر کے رکھا تھا کہ مَیں ابھی آ کر لگاتا ہوں۔ اماں خوش ہو جائیں گی۔ زمانوں سے اسی گھڑیال کی ٹن ٹن کی گونج سے اُٹھتے ہیں۔ گل رخ سے نہیں ہوا دیکھیں اس بے چاری نے گھڑیال تو لگا دیا ہے پر اُترتے اُترتے کرسی اُلٹ گئی پوری بات سن کر بچوں پر بے اختیار پیار آیا چلو شاباش اب اُٹھ جاؤ ہائے بی بی اُٹھا نہیں جا رہا میرے پاؤں میں بہت درد ہے۔ اماں بھی اپنے نواسے نواسیوں کی محبت سے متاثر ہو رہی تھیں اے ہائے سارہ بچی کا پاؤں تو نیلا پڑ گیا ہے اور تھوڑا سا ورم بھی آ گیا ہے بڑی مشکل سے سہارا دے کر گاؤ تکیے کے سہارے لٹایا۔ نازک سی گل رخ کا تکلیف سے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا آواز سن کر ریحان بھی بھاگا ہوا آ گیا تم لوگوں کو ذرا بھی چین نہیں ہے مَیں باہر سے میز ہی لینے گیا تھا پر تمھیں تو نمبر بڑھانے کا شوق ہے جو کام نہیں کر سکتے وہ نہ کرو سب کو پریشان کر دیا ہے یہ تو وہی ہوا سر منڈاتے ہی اُولے پڑے۔

آج ہی آئیں اور آج ہی کام ہو گیا اب آرام کرو لڑکے تمھارا تو تانتواہی ٹوٹا ہوا لگتا ہے۔ لڑکی جان کر تو نہیں گری زبیدہ جلدی جلدی ٹب میں گرم پانی میں نمک ڈال کر لے آئیں بڑی مشکل سے پاؤں پانی میں ڈالا گل رخ کا چیخ چیخ کر بُرا حال تھا اماں آپ تو لحاف میں بیٹھی ہیں اس لڑکی نے تو ہوش اُڑا دیے ہیں کمرے کا دروازہ بھی بند کرو اب ٹھنڈ ہو رہی ہے صاحبہ دھیان سے کانگڑی گانگڑی اندر لے آؤ اب تم نہ کوئی کارنامہ کرنا لالہ تم میرے پاس لحاف میں آ جاؤ بہن کا پاؤں دیکھ کر پریشان کھڑی تھی۔ نہیں اماں میں بھی خالہ بی بی کے ساتھ کام کروا رہی ہوں گیارہ سال کی عمر میں کافی صحت مند سرخ وسفید قد آور بچی

تھی اپنی بہن سے بالکل مختلف گل رخ دھان پان سی تھی ۔لالہ رخ اپنی خالہ بی بی کے ساتھ رسوئی میں بیٹھی تھی باہر چیزیں لے جانا رکھنا فرماں بردار بچوں کی طرح مصروف تھی جاؤ لالہ تم کمرے میں گرم پانی کی بوتل لے جاؤ میں چائے بنا رہی ہوں صاحب کو کہو کیتلی بھی اندر لے جائے ۔ٹھک ٹھک ریحان بیٹا دیکھو باہر کون آیا ہے خالہ بی بی کوئی لڑکا دو مزدوروں کے ساتھ چارپائی لایا ہے جاؤ بی بی کو بتاؤ سارہ بھی آواز سن کر اندر آ گئی تھی بیٹا کون ہے جی بی بی کہہ رہا ہے کہ اسپتال سے آیا ہے سامان اندر رکھنا ہے پوچھو کس نے بھیجا ہے اچانک خان بابا کے کھانسنے کی آواز آئی تو ایک دم سے بے فکری سے کمرے میں چلیں گئیں اب خان بابا خود ہی بات کرلیں گے بیٹا خان بابا کیا پہلے بھی اس طرح سے گھر سے باہر ہوتے تھے نہیں اماں آج ایسا ہوا ہے کیوں کہ ان کو اب اطمینان ہے کہ سب موجود ہیں اور ریحان بھی ہے جو کہ باہر کے کام کر رہا ہے خان بابا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے تبصرہ سن لیا تھا چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے مریم بیٹا میں اتنا بھی غیر ذمے دار نہیں ہوں آج تو مجھے گھر کی طرف سے بے فکری تھی ڈاکٹر صاحب سے کافی دنوں کے بعد ملاقات ہوئی شجاع میاں کے بارے میں بھی بتایا ہے بہت افسوس کر رہے تھے بے چارے خود بھی دنیا میں اکیلے ہیں جنوبی پنجاب سے تعلق ہے آپ سب کا بتایا تو میرے منع کرتے بھی ملازم کے ہاتھ چارپائیاں اور میز کرسیاں وغیرہ اور رات کا کھانا بھی اُن کے گھر سے ہی آئے گا بہت ہمدرد اور اچھا لڑکا ہے خان بابا باتوں میں اتنے محو تھے گل رخ کے کراہنے پر چونکے کیا ہوا بیٹا تمھارا پاؤں تو کافی سوجا ہوا لگ رہا ہے سارا واقعہ سن کر پریشان ہو گئے آؤ ریحان میرے ساتھ چلو ڈاکٹر صاحب سے دوا لے کر دیتا ہوں ہلکی سی حرارت بھی ہے اب آپ چائے پی کر جانا ابھی تو آئے ہیں کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بھئی تم سب نے تو ہمت کی ہے لگ ہی نہیں رہا ہے کہ آج ہی آئی ہیں بس گل رخ کی چوٹ والی بات غلط ہو گئی ہے اللہ خیر کرے گا خان بابا یہ سامان کہاں رکھنا ہے ریحان باہر صحن سے پوچھ رہا تھا سارہ تم بتاؤ ریحان تو بے چارہ تھکا ہوا ہے ریحان بیٹا پہلے تم چائے پی لو تھوڑی دیر ریسٹ کر کے باقی کا کام کرتے ہیں ابھی چائے

کے ساتھ باتوں میں بھی محو تھے کہ دروازے پر دستک کی آواز آئی لگتا ہے خان بابا ڈاکٹر صاحب اداس ہو گئے ہیں خان بابا بھی زیر لب مسکرا رہے تھے بھئی سچ ہے ابھی اسپتال سے فارغ ہو کر ہمارا شطرنج کا پروگرام ہے ساتھ ساتھ ریڈیو پر خبریں بھی سنتے ہیں آج کل سیاسی ماحول میں کافی گرم جوشی ہے میں رات کا کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھ کر گھر آؤں گا پریشان نہ ہونا آؤ ریحان میاں گل رُخ کے لیے ڈاکٹر صاحب سے دوا لے آنا۔ سارہ بیٹا تم سے ملنے چمپا بیٹی آئی ہیں خان بابا نے باہر سے آواز لگائی سارہ نے جلدی سے الماری سے سفید گرم چادر سے اپنے وجود کو ڈھانپ کر باہر نکل کر چمپا سے گرم جوشی سے ملی تمھیں کیسے ہمارے آنے کی خبر ہوگئی آج میں نے اسکول سے واپسی پر تمھارے دروازے کو کھلا دیکھا تھا۔ لگتا ہے آپ کے ساتھ مہمان بھی ہیں ارے مہمان نہیں ہیں سب گھر والے ہیں کمرے میں داخل ہو کر چمپا نے سب کو پرنام کیا سارہ نے فرداً فرداً سب کا تعارف کروایا اور اپنے پر بیت جانے والے دکھ کا بھی بتایا سارہ دیدی آپ کے گھر والے بھی آپ کی طرح بہت اچھے ہیں۔ آپ کے پتاجی کا بہت دکھ ہوا ہے بھگوان کی مرضی اماں آپ کی بیٹی بہت ہمت والی ہے ان کی سنگت میں بے شک کم وقت گزرا ہے پر ایسا لگتا ہے مدتوں سے شناسائی ہے تمام اسکول والے بھی بہت مِس کرتے تھے اچھا آپ سب کی وجہ سے ان کا بھی وقت اچھا گزرے گا۔ بیٹی چائے پیو ٹھنڈی ہو جائے گی۔ آپ سب بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں ویسے سارہ دیدی آپ نے ہمیں اپنا نہیں جانا کام کے لیے ہمیں بلا لیتیں، بہت بے تکلفی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ اجنبیت کی فضا ختم ہوگئی تھی ارے ہاں میں تو آپ کو بتانا ہی بھول گئی کہ آج کل ہمارے گھر میں لکشمی دیدی کی شادی کا خوب چرچا ہے آج کل میں ماما جی حیدرآباد سے آ کر اچھا سا مہورت نکلوا کر تاریخ رکھ دیں گے اچھا ہے آپ سب بھی آگئے ہیں خوب ڈھولک بجائیں گے مل کر ہلہ گلہ کریں گے بھگوان کرے گل رخ کا پاؤں بھی ٹھیک ہو جائے۔ سارہ دیدی بہت دیر ہوگئی ہے باتوں میں پتہ ہی نہیں چلا گھر جا کر آپ کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں نہیں چمپا قریب میں جو اسپتال ہے وہاں کے ڈاکٹر صاحب خان بابا

کے بہت اچھے دوست ہیں آج کھانا وہ بھیج رہے ہیں ویسے میں نے سب سے پہلے رسوئی کی صفائی کر کے ہر چیز کو ٹھکانے پر رکھا ہے رہ گئی تھکن تو رات کی نیند سے دور ہو جائے گی تمہارے خلوص کا بہت بہت شکریہ جس چیز کی ضرورت ہو گی سب سے پہلے تمہیں ہی کہوں گی چلو میں دروازے پر کھڑی ہوں لالٹین پکڑ کر گلی میں تو اندھیرا ہے سردیوں کی راتوں میں بھی جلد سناٹا ہو جاتا ہے چھپا نہ کرتی رہی پر سارہ ہاتھ میں لالٹین پکڑے باہر تک آئی جب تک چھپا نے اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ کر ہاتھ نہیں ہلا دیا سارہ نے تسلی سے داخلی دروازے کا کنڈا چڑھا دیا۔ دوسرے کمرے کے کواڑ بند کر کے تالا لگا دیا۔ آج سب کا ایک ہی کمرے میں سونے کا ارادہ تھا۔ دور کہیں کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی دستک کی آواز آئی اور ساتھ ہی ریحان کی آواز آئی وہ کسی سے باتیں کر رہا تھا سارہ نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی ریحان اور لالو کھڑے تھے ہاتھوں میں ٹوکریاں تھامے اندر داخل ہوئے ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی یار اب تم جلدی سے واپس جاؤ اور یہ باہر تالا لگا دو کہیں بارش تیز نہ ہو جائے۔ لالو بھی تیز قدموں سے لوٹ گیا صاحب جلدی سے دستر خوان لگاؤ کھانے کی خوش بو سے بھوک چمک اٹھی ہے۔ ریحان بیٹا تم تھک تو گئے ہو جب تک کھانا لگتا ہے تم منٹو کی مدد سے یہ میز کرسیاں وغیرہ صحن والے کمرے میں رکھو کہیں بارش میں خراب نہ ہو جائیں اوہو میں تو بھول ہی گیا تھا آپ بیٹھو بی بی میں فٹافٹ رکھ کر آتا ہوں۔
سب نے خوش گپیوں میں مزے دار کھانا کھایا دوسری ٹوکری میں گرما گرم چائے کی کیتلی اور مونگ پھلیوں کے لفافے رکھے تھے واہ بھئی ڈاکٹر صاحب تو انتہائی سلیقہ مند خاتون لگتے ہیں ورنہ مردوں کو کہاں اتنا طریقہ اماں بھی ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں اچھے بھلے خاندان کا لگتا ہے باہر خان بابا کے قدموں کی چاپ پر باتوں کا تسلسل ٹوٹ گیا ریحان بیٹا لیپ باہر لے جاؤ باہر اندھیرا ہے اماں اس کی ضرورت نہیں ہے خان بابا کے پاس ٹارچ اور چابی ہے خود ہی اندر آجائیں گے اور مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ زخمی اور صاحب جو لحاف میں بکی اماں بی بی سے کہانی سن رہی تھیں ایک دم سے چونکیں اور ریحان کا مذاق اڑانے لگیں

لڑکیو کیوں بھائی کو تنگ کر رہی ہو۔ بی بی جو کہ اس گھر میں گزرے ہوئے واقعات دوہرانے لگیں تھیں ان سب نے خوف کے باعث کروٹ لے کر سونے میں عافیت جانی۔

....

زخی بیٹا اُٹھو شاباش ناشتہ کر لو دو تین مرتبہ پکارنے پر جب زخی نے کوئی جواب نہ دیا تو زبیدہ نے لحاف اُٹھا کر کندھا ہلایا تو ایک دم سے گھبرا گئیں اُن کو ایسا لگا جیسے جلتے ہوئے انگارے کو پکڑ لیا ہو صاحبہ بیٹا جلدی سے تولیہ گیلا کر کے لاؤ زخی کی آنکھیں ماتھے کو اچھی طرح سے صاف کیا بیٹا اٹھو ہمت کرو اماں بی بی اُٹھا نہیں جاتا پیاس لگی ہے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری صاحبہ نے جلدی سے پانی کا گلاس زخی کو گاؤ تکیے کے سہارے بٹھا کر پانی پلانے لگی اللہ زخی تمھاری تو طبیعت کافی خراب ہوگئی ہے کتنی بے رونقی سی لگ رہی ہے جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ دیکھو تو چمپا بھی آئی ہوئی ہے آج اُس کے ماما می بھی آگئے ہیں زخی نے پانی کا گھونٹ اپنے اندر اُتارا نقاہت سے چمپا کو دیکھ کر مسکرائی اماں نے ماتھا پکڑ کر قرآنی آیات پڑھ کر پھونکا کل ہماری گڑیا لگ بھی بہت پیاری رہی تھی کالے چوڑی دار پاجامہ کے ساتھ بڑے بڑے لال پھولوں والی آڑی فراک لال گوٹ لگا کالا دوپٹہ بہت سج رہا تھا نیما کر اپنے کمر سے نیچے جھولتے بالوں کو جب سلجھا رہی تھی تو اماں نے محبت سے سر ڈھانپنے کو کہتی تھی بیٹا تمھارا خون بہت ہلکا ہے نظر جلدی لگ جاتی ہے اب میں نے چار قل سورۃ کوثر اور آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک دی ہے انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گی چمپا بھی دل چسپی سے باتیں سُن کر مسکرا رہی تھی اچھا زخی تم ناشتہ کرو میں دوبارہ آتی ہوں ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے چمپا گھر جا رہی ہو تو اپنی قینچی لیتی آنا تا کہ پاجامے اور غرارے کاٹ لوں یہ بتا پنّی کا غرارہ کاٹنے سے پہلے اپنی ماتا جی سے پوچھ لو اس کی چولی کس رنگ کی بنائی ہے اور ناپ بھی ٹھیک لے کر آؤ جی اچھا بس میں ابھی آئی چٹکی بجاتے تھوڑی ہی دیر میں چمپا ہاتھ میں اور مٹھی میں کچھ دبائے واپس آ گئی اماں ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانیں گی آپ نے زخی کو نظر کی بات کر رہی تھیں ہماری ماتا جی بھی اکثر یہی کہتی ہیں جن کا خون ہلکا ہوتا ہے فوراً نظر لگ جاتی ہے

ہمارا طریقہ ماتا جی سے ابھی میں اچھی طرح سے سمجھ کر آئی ہوں بند مٹھی میں دبی پھٹکری کا ٹکڑا اماں کے ہاتھ میں دیا آپ زخمی کے سر پر سات مرتبہ سیدھا اور سات مرتبہ اُلٹے طریقے سے واریں پھر پھٹکری کو گرم توے پر رکھ دیں پھٹکری پر اس بندے کی شکل بن جائے گی جس کی نظر لگی ہو گی پھر اُس کو مٹھی میں دبا کر جوتے مارنے سے نظر اتر جاتی ہے بیٹا یہ تو تمھاری محبت ہے بُرا ماننے کی کیا بات ہے اس ٹوٹکے کا ہمیں بھی پتہ ہے کافی آزمودہ ہے یہ بھی کر لیتے ہیں۔ ان ہی باتوں کے دوران زخمی نے ناشتہ کیا صاحب نے نیم گرم پانی سے پاؤں کو ٹکور دے کر دوبارہ پٹی کی لو اب یہ دوا بھی کھا لو جتنی تمھاری طبیعت حساس ہے اُس سے زیادہ نازک اندام ہو گویا تیز ہوا میں اُڑ جاؤ گی زبیدہ نے پیار سے تیز تیز بولتی صاحب کو ہلکا سا تھپڑ لگایا میں نے باہر دھوپ میں بستر لگا دیا ہے چمپا اور تم مل کر زخمی کو کمرے سے باہر لے جاؤ میں کمرے کو ٹھیک کر کے ہرمل کی دھونی دے دوں چلیے شہزادی گل رخ صاحب اب آپ آرام کریں ہم املی پر نمک لگا کر چٹخارے لے لے کر کھائیں گے اور گپیں ماریں گے کیوں چمپا ساتھ ہی کن اکھیوں سے زخمی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ زخمی کو یک دم بے پناہ درد کا احساس ہوا پاؤں پر نگاہ پڑتے ہی زور زور سے رونا شروع کر دیا دیکھیں اماں بی بی میرا پاؤں نیلا ہو گیا ہے کہیں مجھے کوئی کیڑا تو نہیں کاٹ گیا چمکتی دھوپ میں واقعی پاؤں نیلا نظر آ رہا تھا سارہ تو اسکول سے دو بجے آئے گی زبیدہ بھی متفکر ہو گئیں تمھیں چلو ریحان جا کر تانگہ لے آؤ میں اور تم زخمی کو اسپتال لے چلیں کہیں تکلیف بڑھ نہ جائے صاحب میرا برقعہ لے آؤ اور زخمی کے لیے بھی کالی گرم چادر لال باڈر والی بڑی چادر میں اچھی طرح سے ڈھانپ کر مشکل سے تانگے میں سوار کیا آؤ تم دونوں بھی ساتھ آؤ سہارا دے کر اُتارنا میری بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم نہیں ہے گھر سے اسپتال قریب ہی تھا جلد ہی لال لال اینٹوں والا سبزے میں گھرا اسپتال انھیں نظر آ گیا ریحان کافی دفعہ آ چکا تھا جلد ہی سہارے کی مدد سے زخمی کو معاینہ روم تک لے گیا اماں بی بی آپ زخمی کے ساتھ بیٹھیں میں اور چمپا ذرا باہر کا منظر دیکھ کر آتے ہیں دیکھو بیٹا اب تم چھوٹی بچی نہیں ہو آرام سے بیٹھ جاؤ نٹ کھٹ سی صاحب نے جلدی سے اپنی

گلابی پھولوں والی ساڑی کا پلو اچھی طرح سے سر پر جمایا دیکھیں اماں بی بی یہ جو کھڑکی کے سامنے لان ہے آپ کی نگاہوں کے سامنے ہی ہم وہاں پر بیٹھ جائیں گے جانے دیں نا زبیدہ کو ہمیشہ کی طرح صاحبہ پر لاڈ آ گیا اچھا جاؤ بھئی ایسے تو جان چھوڑو گی نہیں زخمی نڈھال سی چادر میں لپٹی اماں بی بی کے کندھے پر سر ٹکائے نیم دراز سی تھی بڑا سا معاینہ روم مریضوں سے بھرا ہوا تھا۔ اللہ پاک سب کو شفا دے ان کے صدقے ہماری زخمی کو بھی ٹھیک کر دے (آمین) دل ہی دل میں دعا کرتے صاحبہ چمپا کا ہاتھ تھامے سامنے لان کی جانب چل دی۔ ملے جلے پھولوں کی خوش بو نے دل و دماغ کو تر و تازہ کر دیا چلو سامنے بینچ پر بیٹھتے ہیں قریب ہی گھاس پر چند نرسیں دھوپ میں مالٹوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں اور گپ شپ میں محو تھیں شاید اُن کی ڈیوٹی آف تھی قریب جا کر چمپا نے ایک نرس کو نمستے کیا وہ اُس کی جان پہچان کی تھی نرس مری نے کافی گرم جوشی سے اُس کی ماتا جی کا حال پوچھا ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ریحان تیزی سے آتا دکھائی دیا ان پر نظر پڑتے ہی ہاتھ کے اشارے سے قریب بلایا تم یہاں پر گپیں مار رہی ہو بس اب زخمی کا نمبر آنے والا ہے اندر جاؤ صاحبہ نے لاپروائی سے ریحان کو دیکھا اور چمپا کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے معائنہ روم کی جانب چل دی عین اسی وقت زخمی کا نمبر آ گیا جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کو سہارا دیا وہ کراہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی قریب والی کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے پاؤں کا معائنہ کیا پہلے بھی کوئی میڈیسن لی ہے انھوں نے براہ راست چادر میں لپٹی زخمی سے سوال کیا جلدی سے صاحبہ نے اُن کی پرچی اور دوائیاں ٹیبل پر رکھ دیں جی کل ہمارے نانا بہرام خان آپ سے ہی دوائیاں لے کر گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا آپ خان بابا کے گھر سے تشریف لائے ہیں تو اِن دوائیوں سے بالکل آرام نہیں آیا میں ابھی چیک کیے لیتا ہوں اُنھوں نے ہاتھ میں پکڑے تھرمامیٹر کو زور سے جھٹکا دیا صاحبہ نے زخمی کے چہرے سے چادر ہٹائی بخار کی حدت سے سرخ و سفید رنگت دہک رہی تھی ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ کالی سیاہ بالوں کی لٹ ماتھے سے لپٹی ہوئی تھی ایک لمحے کے لیے ڈاکٹر

شیراز کا ہاتھ کانپا کائنات تھم سی گئی ایسا لازوال حسن اِس سے پہلے نظر سے نہیں گزرا تھا چہرے سے نگاہ نہیں اُٹھ رہی تھی یہ کیفیت اُن کے لیے نئی تھی صاحب نے گلا کھنکارا تو شراز ہوش میں آئے جلدی سے چیک کر کے دوائیاں دیں انجکشن لگایا اور اپنے ماتھے کا پسینہ خشک کیا دل ہی دل میں اپنی بے خودی پر شرمندہ ہو رہے تھے :

"موسمِ گلریز میں آئی ہے باد خوش نوا
ایک افسوں گر مرے دل کا مکیں ہونے کو ہے"

آج ڈاکٹر شیراز پر ایک مرتبہ پھر کمرہ بند کر کے تنہائی میں بہت کچھ سوچنے کا ارادہ تھا اس لیے انھوں نے اپنے نوکر کو کہہ رکھا تھا کہ کوئی بھی آئے کہہ دینا ڈاکٹر صاحب سو رہے ہیں آج کو مگوں کی کیفیت سے دوچار تھے اپنے پر طاری کیا سخت خول اُترنے کا خدشہ تھا بہت پہلے اپنے باؤ جی کی زینب سے شادی کے بعد اکثر باؤ جی کا پریشان چہرہ جس پر پچھتاوے کے آثار نمایاں ہوتے تھے آج شیراز سمجھدار ہوئے تو اُن کو اپنے باؤ جی پر ٹوٹ کر پیار آیا اُن کی بے بسی پر کیوں کہ ماضی میں زینب کے ساتھ ساتھ شیراز بھی مختلف طریقوں سے باپ کو زچ کرتے تھے اب سوچتے تو بہت دکھ سے دوچار ہوتے آج بھی جب سے زخی کا معصوم سا حُسن دیکھا تھا دل کی عجیب سی کیفیت تھی وہ کوئی نوعمر کھلنڈرے سے لڑکے نہیں تھے بل کہ اٹھائیس برس کے سمجھدار اور قابل ڈاکٹر تھے جنھوں نے لااُبالی عمر سے زمانے کی اونچ نیچ دیکھی تھی گہری نظر سے مشاہدہ کرتے تھے خان بابا سے کافی بے تکلفی تھی اکثر اپنے دکھ خان بابا سے بانٹ لیتے تھے اُن کی زبانی ہی سارہ خاتون اور اُن کی بچیاں اور دیگر گھر والوں سے غائبانہ طور پر واقف تھے خان بابا کیوں کہ یہاں پر سارہ خاتون کے ساتھ رہتے تھے تو اکثر اُن کی خودداری اور اُن پر اچانک پڑنے والے دکھوں کا اکثر ذکر کرتے تھے اور اُس وقت جب شیراز بھی اپنے ماضی کا ذکر اور اپنے جان سے پیارے باؤ جی کے دُور ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اپ سیٹ ہوتے تو اُن پر ڈپریشن کا دورہ پڑتا تھا توں کی نیند اُڑ جاتی تھی تو خان بابا اُن کی ڈھارس بندھاتے تھے بہت سارے لوگوں کے

ساتھ ساتھ سارہ خاتون کی زندگی کے واقعات سناتے تھے بیٹا تم تو مرد ہو تم ہمت کر کے اپنے والد کے پاس جاؤ ان کو حوصلہ دو یہ جو خلش ہوتی انسان کو اندر ہی اندر چاٹ لیتی ہے۔ دیکھو جب تم یہ سب کچھ کرو گے تو تمھیں کتنا سکون ملے گا وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا بل کہ وہی لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جو وقت سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تمھارے والد اگر معذور نہ ہوتے تو مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں وہ تمھیں اتنا تنہا کبھی نہ چھوڑتے بیٹا میرا مشورہ ہے اپنی مصروفیات اور جھوٹی انا کے خول سے نکلو رات کی تنہائی میں خان بابا کی آواز کی بازگشت سنائی دی کافی سوچ و بچار کے بعد بالآخر دماغ نے بھی دل کی بات مان لی اب شیراز زندگی میں خوشیوں کے متلاشی تھے تنہائیوں سے تھک گئے تھے ہر سُو بہار کے منتظر تھے جب دل سے غبار اُٹھ گیا تو باؤ جی کی محبت ہر سُو نظر آنے لگی دل کی یہ کیفیت کہ پنکھ لگیں اور اپنے باپ کی پُر شفقت گود میں سر رکھ کے پُر سکون ہو جائیں آخر کار پریشان کن رات کا خاتمہ خوش کن صبح سے ہوا شیراز نے اُٹھ کر کھڑکی کے پٹ کھول دیے سبزے کی ملی جلی خوش بو سے کمرہ مہک اُٹھا جاتی فروری کی خوب صورت صبح تھی چڑیوں کی چہچہاہٹ کے ساتھ ہوا کے نرم اور سرد جھونکوں سے گُلِ داؤدی کے سفید پھول جھوم رہے تھے۔ شیراز بھی فجر کی نماز ادا کر کے لان میں آ کر لمبے لمبے سانس لینے لگے یہ اُن کا روز کا معمول تھا۔

....

چہرے پہ خوب صورت مسکراہٹ کا بسیرا تھا۔ اپنی ذات کے گرد سخت حصار سے باہر آئے تو ایک دم سے ہشاش بشاش ہو گئے پوری رات کی سوچ و بچار کے بعد باؤ جی سے ملنے کی تڑپ ہو رہی تھی اس وقت اُن کے وجود کی طلب ہو رہی تھی۔ دُور سے لالو ہاتھ میں تازہ اخبار اور بیڈ ٹی پکڑے چلے آ رہا تھا لالو ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کن اکھیوں سے ہمیشہ سنجیدہ رہنے والے ڈاکٹر صاحب کو مسکراتے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا لالو ایک یتیم لڑکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اُسے چھوٹے موٹے کاموں کے لیے رکھا ہوا تھا حالانکہ اُن کو سرکاری ملازموں کی کوئی کمی نہیں تھی بہ سبب سخت ہونے کے با وجود شیراز دل کے بے حد نرم اور ہمدرد انسان تھے

لوکا پڑھائی میں شوق دیکھ کر قریبی اسکول میں داخل کروا دیا تھا لالو دن رات اُن کے پاس ہی رہتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب چائے پی لیں اور ہاں بیٹا تمہارے اسکول لگنے میں ابھی وقت ہے جی ہاں ڈاکٹر صاحب کوئی کام ہے ہوں تم پہلے فضل سے کہو کہ آج دو بندوں کا ناشتہ تیار کرے اور پھر تم جا کر بہرام خان صاحب کو بلا لاؤ اُن سے ضروری کام ہے۔ خان بابا کو اندر سیٹنگ روم میں لے آنا جی اچھا شیراز نے جلدی سے اخبار رول کر کے چائے کا آخری گھونٹ بھرا اور غسل کرنے چل دیے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اُن کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی صاحب آپ کے مہمان آئیں ہیں ٹھیک ہے اُن کو بٹھاؤ۔ تولیے سے بال خشک کر کے ہلکا ہلکا سا آئل بالوں پر لگایا کپڑے بدل کر Evening in paris کا اسپرے کیا والٹ لائٹر سگریٹ کیس پکڑے باہر آئے تو پریشان سے بہرام خان پر نگاہ اٹھی برابر میں احمد بھی حیران کھڑا تھا شیراز کو دیکھتے ہی لپکے بیٹا خیریت تو ہے ہم سب پریشان ہو گئے ارے سب خیریت ہے آپ بیٹھیں کاؤچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُن کے برابر بیٹھ گئے۔ آف وائٹ قمیض پر براؤن پھولوں والی ٹائی اور لائٹ براؤن کوٹ پتلون اپنے اونچے قد کے ساتھ بہت اسمارٹ لگ رہے تھے دراصل خان بابا میں معذرت خواہ ہوں اپنی خوشی میں مجھے وقت کا احساس ہی نہیں رہا کہ میں آپ کو ناوقت زحمت دے رہا ہوں نہ بیٹا نہ بیٹا جب اپنا سمجھا ہے تو پھر ایسی باتیں نہ کرو جاؤ احمد بیٹا گھر جا کر بتاؤ کہ سب خیریت ہے اب میں تسلی سے آؤں گا۔ احمد کے جانے کے بعد دونوں نے انتہائی خوش گوار ماحول میں ناشتہ کیا ساتھ ساتھ شیراز نے اپنے والد اور اپنے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ بیٹا جو کچھ ہوا اُس کو بھول جاؤ اب جو تم نے اپنے والد کے پاس جانے کا فیصلہ کیا ہے اللہ کے حکم سے اُس کو عملی جامہ پہناؤ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اس کو بھولا نہیں کہتے۔ برخوردار اب دیر نہ کرو جی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ M.S سے پندرہ دن کی چھٹی کی درخواست کروں گا امید ہے مل جائے گی اس سے پہلے اتنے دن کی کبھی چھٹی نہیں لی ہے اور بیٹا جو تم نے گھر بسانے کے بارے میں سوچا ہے یہ فرض بھی اپنے والد کے مشورے سے بتا دینا ان کو بھی دلی

خوشی ہوگی اللہ پاک تمھیں ہمیشہ خوش رکھے۔جی ہاں آپ بھی میرے میرے بزرگ ہیں میں
چاہتا ہوں کہ اِس سلسلے میں آپ میری رہ نمائی کریں اور مدد بھی جلد ہی میرے لیے کوئی بر
دیکھیں پھر میں اپنے والد کی رضامندی حاصل کر کے ہی کوئی قدم اٹھاؤں گا آپ کو حیرت
ہوئی کہ مَیں نے یہ ساری ذمے داری اپنے والد کے بجائے آپ پر کیوں ڈالی ہے خان بابا
دراصل میری سوتیلی والدہ اور اُن کے خاندان والے انتہائی سازشی اور چالاک لوگ ہیں
جب سے مَیں نے اپنے باؤجی کے پاس جانے کا سوچا ہے بار بار مجھے اپنے باؤجی کا خیال
آرہا ہے اتنے سالوں میں میرے باؤجی اور گھر کا کیا حال ہوا ہوگا مجھے اپنی خودغرضی پر بہت
غصہ آرہا ہے اللہ مجھے معاف کر دے مَیں آپ کا بہت احسان مند ہوں آپ نے مجھے
مایوسیوں کے اندھیروں سے باہر نکالا ہے دعا کریں مَیں جلد اپنے باؤجی سے مل کر اُن سے
معافی مانگوں بس اب تو میری دعا ہے کہ جو رویہ مَیں نے پچھلے کئی سالوں سے اپنایا تھا اب
ان کی خدمت کر کے اس کا ازالہ کروں۔ جذبات کی شدت سے اُن کی آواز بھرا گئی تھی۔
خان بابا بھی کافی متاثر نظر آرہے تھے اُنھوں نے بڑھ کر شیراز کو گلے لگا لیا بیٹا اب جب کہ
تمھاری سوچ مثبت ہوئی ہے تو پریشانی کیسی ہے اپنے جانے کی تیاری کرو اور مجھ پر جو تم نے
اتنی بڑی ذمے داری ڈالی ہے میری رہ نمائی تو کرو آخر تم نے بھی اپنے شریکِ سفر کے
بارے میں کچھ سوچ رکھا ہوگا کس قسم کے گھرانے سے تعلق ہو پڑھی لکھی ہو کیسی ہو مجھ
بوڑھے کو کچھ تو بتاؤ ارے خان بابا ایک ہی سانس میں اتنے سوالات کر ڈالے ہیں مَیں نے
آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا ڈالا ہے اِس بھری دنیا میں سوائے باپ کے کوئی خونی
رشتہ نہیں ہے مَیں پُرخلوص رشتوں کا متلاشی ہوں مَیں آپ کے خاندان سے تو نہیں ملا پر
آپ کے پُرشفقت وجود اور آپ سے اپنے خاندان بھر کی محبت ایثار اور اتفاق کے قصے سن
سن کر مَیں تو آپ سے یہی درخواست کروں گا مجھ بے گھر کو اپنے گھر کا فرد بنالیں مجھے اپنی
فرزندی میں لے لیں۔

افضل یہ جو صحن میں فالتو قسم کا سامان پڑا ہے اُوپر برساتی میں رکھ آؤ تھوڑی سی محنت سے گھر خوب چمکنے لگا تھا۔ زبیدہ آپا آپ کا گاجر کا حلوہ کہاں تک تیار ہے خوش بو تو بہت اچھی آ رہی ہے باتیں کرتے کرتے زبیدہ آپا پیڑی پر بیٹھی شامی کباب بنا کر ٹرے میں رکھ کر اوپر ململ کے کپڑے سے ڈھانپ رہی تھیں واہ آپا آپ تو چھپی رستم نکلی بھئی پلاؤ کے ساتھ شامی کباب نہ ہوں تو مزہ ادھورا رہ جاتا ہے شکر ہے آج دھوپ بھی خوب تیز ہے جس کی وجہ سے موسم خوش گوار ہے اماں ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی سفید رنگ کی کشمیری اُونی شال کو اپنے گرد اچھی طرح سے لپیٹ کر بیٹھی تسبیح کرتے ہوئے زیرِ لب مسکرا رہی تھیں۔ خان بابا کی کسی بات پر اماں نے جلدی سے آمین کہا اللہ بچیوں کے نصیب اچھے کرے میرا اور زبیدہ آپا کا بھی کام ختم ہو گیا تھا اماں کے انداز دونوں بہنیں بہ خوبی جانتی تھیں۔ سارہ تم مانو یا نہ مانو ڈاکٹر صاحب کا آنا کوئی معنی ضرور رکھتا ہے۔ آج صبح ہی صبح اچانک ہی ڈاکٹر صاحب کا خان بابا کو بلانا اور پھر اچانک ہی خان بابا نے اُن کا دوپہر کا کھانا کر دیا چلو اب ہم بھی فارغ ہیں اماں کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں سارہ نے بھی مسکرا کر تائید انداز میں تولیے سے ہاتھ صاف کیے اور تخت پوش پر اماں کے پاس جا بیٹھیں۔

آج تو تم بہت تھک گئی ہو، معمول سے ہٹ کر کام ہو تو تھکن ہو ہی جاتی ہے لالہ بیٹا مجھے کمرے سے تکیہ لا دو کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر چمپا کی شادی کے کپڑے سلائی کرنے ہیں، اس لیے مَیں نے اسکول سے دو چھٹیاں لی ہے۔ آج کا دن کام کاج کی نظر ہو گیا اماں پیار سے سارہ کے سر کو دبا رہی تھیں بڑی بہادر ہے میری بچی کپڑوں کی سلائی میں تو ہم بھی تمھاری مدد کریں گے خیر چھوڑیں اس ذکر کو یہ تو مَیں یوں ہی اپنی سوچ آپ کے ساتھ شیئر کر رہی تھی آپ ہمیں مختصر بتائیں کہ یہ ڈاکٹر شیراز کس سلسلے میں آ رہے ہیں کیوں کہ کام کے دوران آپ کی اور خان بابا کی کچھ نہ کچھ باتیں تو سنائی دی ہیں مَیں بھی تمھارے سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

خان بابا کافی سمجھ دار انسان ہیں مجھے بتا رہے تھے کہ آج صبح ہی ڈاکٹر صاحب

نے ہمارے خاندان میں شمولیت یعنی کہ خان بابا کو کہا ہے کہ آپ مجھے اپنی فرزندی میں لے لیں اسی لیے آج اُن کو بلایا ہے۔ کہ مجھے اکیلے کو تو اُن کی بات سمجھ نہیں آئی ہے ابھی یہ باتیں ہو ہی رہیں تھیں کہ خان بابا کی کھانسنے کی آواز آئی سارہ اور زبیدہ جلدی سے کمرے میں چلی گئیں فضل جاؤ دروازہ کھولو اسی اثنا میں اماں بھی کمرے کا پردہ اُٹھا کر اندر آ گئیں بھئی اچانک کسی اجنبی کے سامنے نہیں گئی کبھی جب کوئی بات ہوتی تو دیکھا جائے گا۔ خان بابا اور ڈاکٹر صاحب بیٹھک میں چلے گئے تو سارہ اور زبیدہ نے کچن کی راہ لی اتنے میں گھڑیال نے دو کا گھنٹا بجایا زبیدہ آپا توے پر شامی کباب فرائی کرنے لگیں سارہ سالن گرم کرتے ہوئے صاحب کو ٹرے میں برتن رکھنے کی ہدایت بھی کر رہی تھیں۔ خان بابا کی زبانی ڈاکٹر صاحب کی عادت خاص کہ کھانے کے وقت گرم گرم چپاتیاں کھانے کے عادی ہیں سارہ بھی دوران کھانا گرم چپاتی بنا کر فضلو کے ہاتھ اندر پہنچاتی رہیں خان بابا کھانا بے حد لذیذ ہے آج کافی عرصے کے بعد گھر کا کھانا نصیب ہوا ہے ہاں بیٹا یہ گھر بھی تمہارا ہے جب دل چاہے بلا تکلف آ جایا کرو ریحان اور ڈاکٹر شیراز میں اتنا عمروں کا فرق نہ ہونے کی وجہ سے کافی دوستانہ ہو گیا تھا ملکی حالات پر بڑھ چڑھ کر بحث ہو رہی تھی ریحان بیٹا جاؤ چائے کا بھی بندوبست کراؤ تا کہ گرما گرم چائے کے ساتھ بحث بھی کرتے جائیں ریحان کے جاتے ہی خان بابا نے موقع مناسب دیکھ کر ڈاکٹر صاحب سے صبح کی گفتگو کے متعلق تفصیل جاننے کی ٹھانی آپ نے صبح مجھ سے انتہائی اُلجھی ہوئی بات کر کے میرے جیسے سیدھے سادے بندے کو اُلجھا دیا ہے۔ میرے سے تو آپ سیدھی سیدھی بات کریں گے تو میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں ڈاکٹر شیراز دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ خان بابا کو دیکھ رہے تھے خان بابا مجھے بھی ان باتوں کا تجربہ نہیں ہے آپ کو اپنا بڑا بنایا ہے پھر بھی کہتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی ہے پتہ نہیں آپ میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔ یقین ہوتے ہوئے بھی دل کی بات کہتے ہوئے گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں اگر آپ بُرا نہ مانیں تو مجھے اپنی نواسی گل رخ صاحبہ کا ہاتھ تھما دیں انشا اللہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا میں بالکل بھی لگا ؤ لپیٹ والا

نہیں ہوں کھرا انسان ہوں خدارا میری بات سے آپ ناراض نہ ہوں اگر آپ کو بُرا محسوس ہو تو اس بات کو یہیں ختم کر دیں مَیں اپنے مقدر کا لکھا سمجھ لوں گا۔ نہیں بیٹا میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں کیا کہاوت ہے جہاں بیری ہوتی ہے وہاں پتھر آتے ہیں۔ خان بابا میں نے جلدی میں یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ جیسا کہ ہمارے خاندان میں لڑکوں کی تو اچھے حسب نصب میں باہر سے شادی کر دیتے ہیں پر ہمارے خاندان کی لڑکیوں کی باہر شادی کا تصور بھی نہیں کیا جاتا خان بابا نے پُر سوچ نگاہوں سے ڈاکٹر شیراز کی جانب دیکھا برخوردار مجھے تمھاری صاف گوئی پسند آئی ہے ہمارے ہاں بھی زیادہ تر شادیاں خاندان میں ہی ہوتیں ہیں لیکن اگر خاندان سے باہر بھی کوئی اچھے حسب و نسب کا شریف لڑکا پسند آجائے تو رشتہ کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے رشتے تو آسمانوں پر ہی طے ہو جاتے ہیں میں گھر والوں سے صلاح مشورہ کر کے آگاہ کر دوں گا آپ بھی اپنے والد صاحب سے مل کر مشورہ کریں ہو گا تو وہی جو اللہ کو منظور ہو گا۔ بے شک اچھا خان بابا اب اجازت دیں خان بابا گلی تک خدا حافظ کر کے داخلی دروازے کے ابھی اندر آئے ہی تھے کہ ریحان اور لالو جو کہ سارہ کے لیے دھاگے لینے بازار گئے تھے گھبرائے ہوئے تقریباً بھاگتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے خیال سے بیٹا کیا بات ہے تم تو مجھے گراتے لگے تھے مٹھو ایک گلاس پانی لا دو ذرا سانس ہموار کر لوں تو بتاتا ہوں بیٹا بیٹھ کر پانی پیو سانس بحال ہو گیا ہو تو بتاؤ خان بابا ہم دونوں جب دھاگے لینے جب دوکان پر پہنچے تو وہاں پر سردار جی جن کی دوکان ہے اُن کے اور گاہکوں کے درمیان تلخ کلامی ہو رہی تھی وہ تو شاید آپس میں ٹھیک ہو جاتے پر آس پاس کچھ اوباش نوجوان کھڑے تھے اُنھوں نے اچانک جیب سے چمکتا ہوا چھرا نکالا اور دونوں کے پیٹ میں گھونپ دیا کیوں کہ وہ مسلمان تھے انتہا پسند ہندو مسلمانوں کے جو نفرت کے جذبات دل میں چھپائے ہوئے تھے اب کھلم کھلا اظہار کر رہے ہیں جب سے مسلمانوں نے ایک علیحدہ آزاد ملک کا مطالبہ کیا تھا اب یہ خواب پورا ہونے کا وقت قریب تھا یہ واقعہ ۲۶ فروری ۱۹۴۷ء کا ہے غیر محسوس طریقے سے ہمیشہ سے ساتھ رہنے والوں کے دلوں میں

کدورت کی فضا پیدا ہو گئی تھی ایک دوسرے سے کترانے لگے تھے لیکن ان نفرتوں کے درمیان آج بھی ایسے ہندو مسلم تھے جو ایک دوسرے سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے اس طرح کے واقعات روز بہ روز ہونے لگے تھے لیکن ریحان نے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ ریحان پُر جوش خوب تھا وہ اپنی نفرت کا برملا اظہار کر رہا تھا انشا اللہ جلد ہی بن کر رہے گا پاکستان شاہ گل نے اپنے بیٹے کو چپ کر دیا ہم سب کو کہیں نہیں جانا ہے اماں نے سخت برہمی کا اظہار کیا سارہ نے ماحول کا تناؤ ختم کرنے کے لیے خان بابا سے آج کے کھانے کے بارے میں پوچھا ڈاکٹر صاحب کو پسند آیا نہیں بیٹا اُن کو تو بہت زیادہ پسند آیا بہت زیادہ خوش تھے یہ لڑکیاں کہاں ہیں آج میرا کپڑے سلائی کرنے کا ارادہ تھا تو میں نے اُن کو دوسرے کمرے میں سونے کے لیے کہا ہے شاہ گل ان کے ساتھ سو جائیں گی سارہ نے تفصیل سے جواب دیا چلو اچھا ہے خان بابا نے حقے کا کش لگایا اور دھیرے دھیرے ڈاکٹر شیراز کے عندیہ کے بارے میں آگاہ کیا گل رخ تو بہت چھوٹی ہے ریحان کچھ زیادہ ہی پُر جوش تھا۔ ڈاکٹر شیراز کے گہرے سانولے رنگ کی وجہ سے اُس کو سخت ناگوار گزرا اُن کا رشتہ مانگنا نہ تو اُس بندے کی ذات برادری ہے نہ ہی عقیدے کے بارے میں جانتے ہیں کیا معلوم کرسچن ہے یا مسلمان باپ کی لاتعلقی کی وجہ سے ریحان نے چھوٹی عمر سے ہی اپنا کاروبار سنبھال لیا تھا اور گھریلو ذمے داریاں بھی پوری کر رہا تھا قبل از وقت پچیس سال کی عمر میں پچاس سال کی سوچ رکھتا تھا اور ویسے بھی گل رخ اور ڈاکٹر کی عمروں میں بھی کافی فرق ہے کم از کم اندازاً سولہ سال کا تو فرق ہوگا ہی ریحان کو بے تکان بولتے دیکھ کر شاہ گل نے بیٹے کو سرزنش کی بیٹا ابھی تم سے بڑے بیٹھے ہیں یقیناً سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کریں گے نہیں شاہ گل تمھارا بیٹا کافی سمجھ دار ہے جو اِس نے اعتراضات اٹھائے ہیں حقیقت پر مبنی ہیں اماں نے ریحان کی طرف داری کی دو دن کی ملاقات ہے اور اس کے بڑوں کا کچھ علم نہیں ہے نہیں ایسی بات نہیں ہے جب کہ ڈاکٹر کا ہمارے خاندان میں بالکل ارادہ نہیں تھا ایک دو ملاقاتوں کے بعد انھوں نے مجھے اپنے خاندان اور اپنے آبائی گھر کے بارے میں بتایا تھا

کہ وہ جنوبی پنجاب چھوٹے سے قصبے روشن پور کے رہنے والے ہیں۔ اُن کے والد سید محمد مبشر ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر تھے اور بڑے زمین دار اور بہت مذہبی اور عبادت گزار ہیں شام ڈھلے تک اُن کے آستانے میں اُن کے عقیدت مندوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی سوتیلی ماں کے ناروا سلوک کی وجہ سے شاہ صاحب نے بیٹے کو ہوسٹل میں داخل کروادیا ڈاکٹر صاحب بھی سوتیلی ماں کی وجہ سے والد سے کبیدہ خاطر تھے اِن کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے اب اگر آپ سب کو اِس رشتے سے دل چسپی ہے تو میں مزید معلومات کیے لیتا ہوں۔ کمرے میں انتہائی خاموشی تھی سب ہی ڈاکٹر شیراز کی زندگی کے بارے میں جان کر افسردہ تھے زبیدہ آپا جو کہ بہت ہی زیادہ ہمدرد اور محبت بھرے دل کی مالک تھیں ہر کسی کا دکھ دل سے محسوس کرتی تھیں اُنھوں نے جھٹ سے ڈاکٹر صاحب کے حق میں ووٹ دے دیا اماں بھی کسی گہری سوچ میں گم تھیں اچانک چونک کر سارہ کی جانب دیکھا جو گومگوں کی کیفیت میں بیٹھی تھی سارہ بیٹا تم بھی کچھ رائے دو آخر کو ماں ہو تمھارا کیا خیال ہے اماں آپ بڑی ہیں جو آپ اور خان بابا کی مرضی ہو میں آپ سب کے خیال میں متفق ہوں:

"دل کے زخموں کا اندازہ کب ہوتا چہرے سے
ساحل سے کیا جان سکو گے دریا کتنا گہرا ہے

جنوبی پنجاب کے ایک قصبہ روشن پور کے اسٹیشن ماسٹر سید محمد مبشر کی حویلی کے عقب میں اُن کے آستانے کا منظر تھا جہاں پر دم وزدو کرانے والوں کا ہجوم لگا رہتا تھا سید محمد مبشر شاہ بابا کے نام سے جانے جاتے تھے انتہائی نرم گفتار شریف النفس انسان تھے ملازمت کے ساتھ ساتھ زمینوں کی خرید و فروخت اور کھیتی باڑی کا بہت شوق تھا ملازمت سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد زیادہ تر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے بہت کم گفتار تھے خاندان بھر میں سب بہت عزت کرتے تھے۔ لیکن اپنی ازدواجی زندگی میں اُن کو کافی آزمائش کا سامنا تھا پہلی شادی اُن کی نوعمری میں ہوئی اللہ پاک نے اُن کو پہلے بیٹے سید محمد شیراز سے نوازا دوسرے بیٹے کی ولادت کے دوران دائی کی غلطی سے اُن کی اہلیہ شاہ بانو

اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں یہ بہت بڑا دکھ تھا۔شاہ بابا کے والدین بھی حیات نہیں تھے دنیا میں ایک سوتیلے بھائی بہن کے علاوہ کوئی نہیں تھا ننھا شیراز پاؤں پاؤں چلنے لگا تھا ماں کو نہ پا کر مچل مچل کر ضد کرنے لگتا ایسے میں ان کی چھوٹی خالہ صالحہ خاتون نے اپنی نرم آغوش میں لے لیا شاہ بانو کے چہلم کے بعد بزرگوں کے سمجھانے اور شیراز کی وجہ انتہائی سادگی سے سید محمد مبشر اور صالحہ خاتون رشتہ ازدواج میں باندھ دیے گئے۔صالحہ خاتون بھی شاہ بانو کا پرتو تھیں اُن کی ہی طرح خاموش طبع اور صلح جو طبیعت کی مالک تھی۔سید محمد مبشر ملازمت کے سلسلے میں زیادہ تر گھر سے باہر رہتے تھے شیراز اپنی خالہ جن کو اب اماں کہہ کر بلاتا تھا اُن کو زیادہ تر وقت نانا نانی کے پاس گزر رہا تھا شیراز جب اسکول میں داخل ہوا تو قدرت نے صالحہ خاتون کو مردہ بچے کو جنم دیا کتنی دعاؤں کے بعد اللہ نے اُمید دلائی تھی۔پر رضائے الٰہی میں ہی ہم سب کی بھلائی ہے روتی ہوئی صالحہ مبشر دھیرے سے سمجھا رہے تھے حوصلے سے کام لو تمھاری زندگی کی مجھے اور شیراز کو بہت ضرورت ہے دل چھوٹا نہ کرو۔سچ ہے وقت جیسا بھی ہو ٹھہرتا نہیں ہے بل کہ اپنی رفتار برقرار رکھتا ہے یہ تو سب زندگی کے رنگ ہیں۔اگر خوش ہوں تو محسوس ہوتا ہے وقت کو پنکھ لگ گئے پریشان ہوں تو لگتا ہے گھڑی کی سوئیاں شاید رک گئیں ہیں ایک ایک دن سال سال بھر کا لگتا ہے۔صالحہ خاتون کی اپنی گود میں کوئی پھول نہ کھل سکا شیراز ان کی آنکھوں کا تارا تھا اسکول میں داخل کروایا تو شیراز کی ذہنی صلاحیتیں اُجاگر ہوئیں اپنے اسکول اور کلاس کا ہونہار طالب علم تھا ابھی وہ میٹرک میں ہی پہنچا تھا کہ صالحہ خاتون کو ٹی بی جیسے موذی مرض نے آ لیا تھا۔گھر کی فضا ایک دم سے سوگوار ہو گئی تھی۔شیراز کو شاہ بابا نے مرض کی نوعیت کے بارے میں بتایا کہ بیٹا دعا کرو تمھاری ماں ٹھیک ہو جائے پھر تم اُن کے ساتھ گھل مل کر دوبارہ سے رہنا یہ مرض چھوت چھات ہے۔ایک کو دوسرے سے لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔میں ان کا بہترین ڈاکٹر سے علاج کروا رہا ہوں انشا اللہ وہ صحت یاب ہو جائیں گی ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق اسپتال کے قریب ترین ایک ہوادار گھر میں شفٹ کر رہا ہوں۔اب تم ماشا اللہ بڑے

ہو سمجھ دار ہو دعا کرو اب تمہارے میٹرک کے امتحانات قریب ہیں دل لگا کر پڑھو شیراز یہ تمام باتیں سن کر بے ساختہ شاہ بابا کے گلے لگ کر رونے لگا۔ باؤ جی مجھے سچ بتائیں میری اماں ٹھیک ہو جائیں گی نا میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے نہ پتر نہ پتر مرد نہیں روتے حوصلے سے جیتے ہیں اپنے رب سے دعا کرو وہ بڑا مہربان ہے اُس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہے جو ہم گناہ گار نہیں جانتے نماز پڑھ کر اپنی ماں کی صحت مند زندگی کے لیے دعا کر اُمید کے سہارے شیراز نے دل لگا کر میٹرک کے امتحان دیئے آخری پرچہ دے کر گھر واپس آیا تو مین گیٹ کھلا دیکھ کر حواس باختہ ہو کر اپنے باؤ جی کے پاس آیا باؤ جی نے اماں کے انتقال کی خبر دی اور گلے لگایا پر شیراز نے تیزی سے اپنا بازو چھڑا لیا تیزی سے اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا شدت غم سے شیراز کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا شاہ بابا نے لاڈ پیار سے دروازہ کھلوایا پتر اپنی ماں کو رخصت تو کر دو آخری بار اُس کا دیدار تو کر لو بڑی مشکل سے شیراز کمرے سے باہر آیا اور اپنی عزیز جان ماں کو آخری آرام گاہ میں پہنچا کر اپنے آپ کو کمرے تک محدود کر لیا کھلنڈرا سا شیراز ایک دم ہی خاموش اور چڑچڑا ہو گیا ہر بات میں ضد کا عنصر شامل ہو گیا تھا ہر وقت اُس کی متلاشی نظریں ماں کو تلاش کرتی رہتیں پر ہر بار ناکام ہو جاتا شاہ بابا کی بہت زیادہ مصروفیات تھیں لیکن اُس کے باوجود اپنے بیٹے کا بہت زیادہ خیال کرتے اپنے وقت میں بہت سخت مشہور تھے پر اب ہمہ وقت نرمی اور بھرپور شفقت سے پیش آتے کافی عرصے سے بل کر شیراز کے بچپن سے ہی بوا رحیمن گھر کے کام کاج کے لیے رکھی ہوئی تھیں بوا نے شیراز کی والدہ اور پھر خالہ جن کو وہ اپنی ماں سمجھتا تھا ہر دور ہر رنگ دیکھا تھا شیراز کی شرارت سے بھرپور آنکھیں اور روپ بھی دیکھا تھا اب یہ روپ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا دل و جان سے شیراز کی پسند کی چیزیں پکاتی ناشتہ پہلے انتہائی رغبت سے کرنے والا اب پانی کے گلاس سے ناشتہ کرتا کسی طرح سے سنبھل نہیں رہا تھا اس صورت حال سے بوا بھی گھبرا گئیں شاہ بابا گھر سے چلے جاتے تو شیراز اپنے کمرے میں بند ہو جاتا بار بار دستک پر دروازہ نہیں کھولتا تھا اکیلی بوا کا دل گھبرا

جاتا پرانے وقتوں کی تھی اس لیے وفاداری سے کام کر رہی تھی اس ساری صورت حال سے پریشان تھے کہ اکیلی بوا کے بس کا کام نہ تھا بھرا پُرا گھر تھا رشتے داروں اور دوست احباب کے مشورے سے نکاح کے بول پڑھوا لیے سب کا خیال تھا کہ شیراز سنبھل جائے گا زینب کو بھی سمجھایا گیا کہ ہر ممکن شیراز کا خیال کرے اور ماں کی کمی کو پورا کرے شیراز پہلے ایسا نہیں تھا گھر کی تنہائی جو کہ اس کی ماں کے جانے کی وجہ سے ہوئی ہے اللہ کرے کہ تم اس خلا کو پر کر سکو زینب ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی اپنے دبتے رنگ و روپ کی وجہ سے اس کے دل کی کلی نہ کھل سکی تھی تیس کا پیٹا پار کر چکی تھی ایسے میں سید محمد مبشر شاہ کا رشتہ ایک لاٹری کی طرح تھا۔ پینتالیس برس کے مبشر جن کو سب نے احترام کے طور پر شاہ بابا کا لقب دیا گیا تھا ورنہ خوب صورت شخصیت کے مالک تھے خاندان بھر میں کافی مال دار اور اثر رسوخ والے تھے محل نما حویلی تھی مردان خانہ الگ سے تھا کئی مربع زمینوں کا مالک ان کا اکلوتا بیٹا شیراز تھا جو صالحہ خاتون کے انتقال کے بعد گوشہ نشین ہو گیا تھا ہر چیز حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی لاپرواہ ہو گیا تھا۔ زینب ایک چالاک اور موقع شناس عورت تھی سونے پر سہاگہ ماں کے زیر اثر بھی تھی شاہ بابا کے سامنے شیراز کے آگے پیچھے پھرتی تھی شیراز کا بچپن سے لے کر جوانی تک کا سفر انتہائی پر خلوص اور صاف ستھرے ماحول میں گزرا تھا وہ خود بھی سچا اور کھرا انسان تھا جس سے بھی محبت کرتا خلوص سے کرتا اُسے زینب کی منافقانہ محبت سے نفرت تھی اور وہ اس کا اظہار بھی کھلے طریقے سے کرتا تھا انجانے میں ہی اپنے اس قدر کرنے والے باپ سے بھی متنفر ہو گیا تھا اُن سے بھی کھنچ گیا تھا گھر میں ایک تناؤ کی کیفیت تھی زینب نے شادی کے بعد غربت سے نجات پائی تھی اب وہ خواب میں بھی ماضی کی تلخیاں نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس کے بکس رنگ برنگے ریشمی اور قیمتی ملبوسات سے پُر تھے وہ ہر وقت نت نئے کپڑوں اور زیورات پہن کر بن سنور کر رہنا چاہتی تھی۔ مگر گھر میں ہر وقت گھر اسناٹا رہتا تھا اُس کا شوہر اپنے بیٹے کی وجہ سے پریشان تھا ہی زینب کے طور طریقوں سے بھی پریشان تھے زینب میں گھر گرہستی کے گُن نہیں تھے سچ ہے اوقات سے بڑھ کر مل جائے تو انسان دیوانہ ہو جاتا ہے

یہی حال زینب کا تھا۔ اب بوا کے ساتھ ساتھ ایک لڑکی بانو کو بھی ملازمہ رکھ لیا تھا کیوں کہ بوا بڑھاپے کی وجہ سے زینب کی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتی تھی بوا چوں کہ شروع سے گھر کے فرد کی طرح رہی تھی لیکن وہ اپنی حیثیت بہ خوبی جانتی تھی بوا کو زینب کا ہر وقت مونو گرام میں ریکارڈ قطعاً پسند نہیں تھا یا اللہ اس گھر پر رحم کر کیا سوچ کر بیاہ کیا اور کیا ہو گیا ہے گھر کے بچے کو ایک دم سے ہی چپ لگ گئی ہے باپ کی شادی کے بعد تو ہر وہ کام کرتا تھا جس سے شاہ بابا کو چوٹ لگتی آج بھی شاہ بابا کے سامنے اخبار پھیلائے خلاؤں میں گھور رہے تھے بی بی زینب اپنی خواب گاہ میں تھی کافی دنوں کی سوچ بچار کے بعد بوا نے شیراز کے متعلق اور زینب کے رویے کے بارے میں بات کرنے کی ٹھان لی تھی موقع اچھا تھا اور چی خانے میں شاہ بابا کے لیے چائے بنائی ٹرے میں چائے بسکٹ رکھ کر شیراز کے کمرے کے سامنے سے گزریں تو دل میں ایک ٹھیس سی اٹھی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئیں تو شاہ بابا نے ایک گہری سانس لی اور اخبار تہہ کر کے سائیڈ پر رکھ دیا بوا قریب ہی قالین پر بیٹھ گئیں تو مبشر چونکے گلا کھنکار کر بوا سے مخاطب ہوئے سب خیریت تو ہے کہیں آپ کے ساتھ بھی تو شیراز نے کوئی بدتمیزی نہیں کی بہت زیادہ بدتمیز ہے زینب کا بھی ناک میں دم کر رکھا ہے ہر وقت دروازہ بند کیے پڑا رہتا ہے کمرہ نہ ہوا کباڑ خانہ ہو گیا کسی دن یوں ہی پاگل ہو جائے گا میں تو اپنی اور مرحومہ کی تربیت میں تو کوئی شک نہیں کہ اپنی طرف سے تو بہت خیال کرتا ہوں اب سوچ رہا ہوں ہاسٹل میں داخل کروا دوں۔ مبشر جانے کب سے گھٹ رہے تھے بوا کی اپنائیت دیکھ کر تان سناپ زینب کی زبان بول رہے تھے ورنہ شیراز سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بیٹے کو سامنے پا کر خراب طبیعت بھی ٹھیک ہو جاتی تھی بوا حیرت سے یہ سب سن اور دیکھ رہی تھی شاہ بابا کے خیالات شیراز کے بارے میں جان کر دلی دکھ ہو رہا تھا بڑی ہمت کر کے چاروں طرف سے تسلی کر کے کہ کہیں زینب بی بی تو نہیں ہے گویا ہوئیں نہ میاں میں زمانے سے آپ سب کا نمک کھا رہی ہوں اور اللہ کو جان دینی ہے آپ کو زینب بی بی نے صرف شیراز میاں کی بدتمیزی کا بتایا ہے اور کوئی بتاتا بھی نہیں ہم تو نوکر لوگ ہیں چھوٹا منھ بڑی بات نہ

ہو جائے۔

نہ بوا نہ آپ اپنے آپ کو نوکر نہ سمجھیں آپ ہماری بزرگ ہیں۔ میں دل سے آپ کی عزت کرتا ہوں اس گھر سے جتنی آپ محبت کرتیں ہیں مجھے بھی اندازہ ہے اسی لیے تو آپ کو سچ بتا رہی ہوں اپنے اکلوتے بیٹے سے دل بُرا نہ کریں شیراز انتہائی معصوم اور محبت کرنے والا بچہ ہے آپ اس وقت شیراز کو بہت زیادہ توجہ دیں بیٹا میں خود عورت ہوں پر آپ دونوں باپ بیٹے کو دیکھ کر ترس آتا ہے آپ کو شادی کا مشورہ دینے والوں میں میں بھی شامل ہوں۔ زینب بی بی کو شادی سے پہلے دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور اس کی مسکین سی اماں کو دیکھ کر بہت دھوکہ کھایا ہے۔ پیارے سے گھر کو تماشہ بنا دیا ہے آپ جب گھر سے جاتے ہیں تو زینب بی بی بن سنور کر صرف اُونچی آواز میں ریکارڈ سننا پسند کرتیں ہیں اور اپنی اماں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتیں ہیں۔ مجھے بھی بہت خفگی سے دیکھتیں ہیں اور شیراز بیٹا کو تو وہ پاگل خبطی اور بدتمیز لڑکا کہتی ہیں آپ خود ہی بتائیں شیراز کب ایسے ماحول کے عادی ہیں۔ سچ ہے جب مرد ظلم کرتا ہے تو عورت چلا چلا کر سب کی ہمدردیاں حاصل کرتی ہے پر جب مرد حالات کی چکی میں پستا ہے تو اندر ہی اندر گھٹ جاتا ہے۔ یہ حالات سن کر اپنا دکھ بھول کر اپنے اکلوتے لختِ جگر کے لیے دل کے ساتھ آنکھیں بھی بھر آئیں دل چاہ رہا تھا کہ زینب اور اس کے خاندان کے لیے اپنے دل اور گھر کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کرلیں لیکن بوا نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی تھی کہ ان باتوں کو لے کر گھر میں لڑائی جھگڑا نہ کریں سید مبشر بہت معاملہ فہم تھے آنکھیں بند کر کے آرام کرسی پر نیم دراز حالات کے مطابق تانے بانے بُننے پر مصروف تھے الٰہی میرے بچے پر رحم کر اس کو ہر نعمت اور ہر خوشی سے نواز (آمین) زینب کی شاطرانہ چالوں کا بہ غور جائزہ لے رہے تھے طرح طرح سے شیراز کے خلاف کان بھرنا اس کا معمول تھا یا اللہ لوگ کیسے منافقت سے جی لیتے ہیں ظاہر و باطن میں اتنا تضاد ان کو زینب سے زیادہ اپنے پر غصہ آ رہا تھا اپنے ہی خون سے کیسے بدگمان ہو گئے انھوں نے بھی بیوی کے ساتھ مل کر شیراز کے متعلق غلط رائے قائم کر رکھی تھی کہ شاید

شیراز زینب کے وجود سے نفرت کی وجہ سے تنگ کرتا ہے یہ زینب کی ہوشیاری تھی کہ مبشر کے سامنے چہرے پر مظلومیت طاری کر لیتی تھی شیراز میں اس قسم کی مکاری نہیں تھی ان حالات کی وجہ سے اتنی محبت کرنے والے باپ سے بھی خائف اور غصے میں رہتا تھا جس کا اظہار وہ کھل کر کرتا تھا درحقیقت وہ باپ سے ناراض تھا ان حالات کا ذمے دار انھی کو سمجھتا تھا اپنی ناراضگی وہ اس طرح سے ظاہر کر کے باپ سے لاڈ اٹھوانا چاہتا تھا ماں کے پلو کو پکڑ کر ہر ناز و نیاز کرنے والا شیراز ایک دم سے بہت تنہا ہو گیا تھا سونے پر سہاگہ سوتیلی ماں نے باپ کے کان الٹی سیدھی باتوں سے بھر بھر کر باپ بیٹے کے درمیان فاصلے بڑھا دیئے تھے کسی نے سچ کہا ہے ماں ماں ہوتی ہے اور باپ ماں نہیں بن سکتا آج مبشر بوا کے احسان مند تھے جنھوں نے آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا تھا شکر ہے زینب کے کہنے پر بیٹے کو گھر سے نکال نہیں دیا تھا۔ اب بہت سوچ سمجھ کر گھریلو اُمور کو سنبھالنا تھا کیوں کہ ان کا واسطہ انتہائی چالاک اور چاپلوس لوگوں سے پڑ گیا تھا اللہ پاک رحم کرے۔

اماں آپ نے خان بابا سے ڈاکٹر صاحب کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے اس دن تو خان بابا کافی مطمئن تھے ہوں میں نے بات کی تھی میرا خیال ہے مکمل طور پر معلومات کریں گے ڈاکٹر شیراز کے علاقے کا رہنے والا ایک کمپوڈر ہے آج کل وہ چھٹی پر تھا کل شام کو ہی آیا ہے اس دن ریحان کی باتوں کی وجہ سے خان بابا بھی سوچنے پر پریشان ہو گئے تھے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے کوئی بھائی بھی نہیں ہے دیکھو جب تک تسلی نہیں ہوتی تب تک ڈاکٹر صاحب کو کوئی جواب نہیں دیا اماں کی باتوں سے زبیدہ اور سارہ بھی اب پُر سوچ انداز میں متفق تھیں۔ چلیں جو اللہ کو منظور ہوا تو بات بن جائے گی ظاہر خان بابا تجربہ کار ہیں ہمارے بزرگ ہیں ابھی ماں بیٹیاں باتیں کر رہی تھیں کہ خان بابا ہاتھ میں ڈول پکڑے مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے منحو نے جلدی سے خان بابا کے ہاتھ سے ڈول تھاما اس میں کیا ہے صاحب نے ڈھکن کھولتے ہوئے پوچھا بھئی بیٹھنے تو دو زبیدہ آپا نے صاحب کو گھور کر دیکھا بھئی زبیدہ زیادہ غصہ نہیں کرو آج تو میں تم سب کو خوش خبری دینے والا ہوں

میں نے تمھارے سے ذکر کیا تھا ڈاکٹر صاحب کے علاقے کے کمپوڈر کا کل وہ واپس آیا ہے
ساتھ میں ڈاکٹر صاحب کے علاقے کی مشہور سوغات دودی والا حلوہ بھی لایا ہے کافی زیادہ
لایا تھا میں نے آہستہ آہستہ ڈاکٹر شیراز کے متعلق تمام حالات بھی جان لیے بہت اچھا
خاندان ہے میرا خیال ہے اب ہمیں بھی بسم اللہ کرنی چاہیے باقی اللہ ہماری بیٹی کا نصیب
اچھا کرے لو بھئی ڈاکٹر صاحب نے حلوہ گرم کروا کر دیا ہے میں نے تو وہاں پر کھایا ہے اب
تم سب منہ میٹھا کرو خان بابا نے آہستہ آہستہ تمام حالات سے آگاہ کیا ڈاکٹر شیراز کی بچپن
سے لے کر اب تک حالات سن کر سب ہی آب دیدہ تھے اماں بھی بہت غور سے ساری گفت
گو کے دوران غور خوص کرتی رہی تھیں انھوں نے تو جھٹ سے اپنا فیصلہ ڈاکٹر شیراز کے حق
میں دے دیا اب سارہ صابرہ شاہ گل تم کیا کہتی ہو اچھا رشتہ ہے دیر نہیں کرنی چاہیے لڑکا
چاہت سے رشتہ مانگ رہا ہے اب ہر طرح کی تسلی بھی کر لی ہے بڑوں کی باتیں سن کر صاحب
نے لحاف میں دبکی رُخی کے بازو میں زور سے چٹکی کاٹی رُخی نے تکلیف کے احساس سے برا
سا منھ بنایا ہاں جو کے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں اور اوپر اوپر سے خفگی کا اظہار لڑکیاں
اندر ہنسی مذاق میں مصروف تھیں باہر صحن میں خوشی کو خوشی کا رنگ دینے کے بارے میں سوچ
رہے تھے پر خان بابا کو تھوڑا اختلاف تھا ہم سب تو راضی اور ڈاکٹر شیراز کی تو یہ دلی خواہش
ہے اب وہ چھٹی لے رہے ہیں اپنے والد صاحب سے بھی مشورہ کریں اجازت لیں پھر انشا
اللہ چھوٹی سی تقریب میں آپ سب اپنی خوشی پوری کر لینا جی آپ کی تجویز انتہائی معقول
ہے اللہ بہتر کرے اللہ تعالیٰ آپ سب کو مبارک ہو۔ بی بی آج آپ اسکول سے جلدی
آجائیں گی نا پر کیوں لالہ بیٹی کوئی کام ہے گیارہ سالہ لالہ رخ اپنی بہن کی الٹ تھی بے حد
سرخ و سفید صحت مند اور اس کا لمبا قد اپنی بی بی کے کندھوں تک آتا تھا بی بی آج صاحب اور
گل رخ چمپا کے گھر جانے کا پروگرام بنا رہیں ہیں آج انھوں نے ڈھولکی پر بلایا ہے دونو
ں اپنے اپنے کپڑے منتخب کر رہیں ہیں مجھے تو گل رخ نے ڈانٹ دیا ہے میں بھی جانا چاہتی
ہوں آپ جلدی آؤ گی تو میرے دوپٹے پر کرن لگاؤ گی لالہ بہن کی ڈانٹ سے روہانسی

ہو رہی تھی سارہ نے اسے محبت سے لٹایا چلو بلاؤ تو ذرا زخی کو اس کے کان کھینچو لالہ نے زخی کو
ئیں سے آواز دی نہ بیٹا تم سے بڑی ہے شاہ باجی کہہ کر بلایا کرو اتنے میں گل رخ کمرے
سے باہر آئی کیوں چلا رہی ہو ماں کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی بی بی اس نے پھر شکایت لگائی ہو گی
ارے نہیں بیٹا چھوٹی ہے تمھارے پیار اور توجہ کی سب سے زیادہ حق دار ہے تم دونوں بہنوں
کا اس دنیا میں کون ہے محبت سے رہا کرو آئندہ مجھے شکایت کا موقع نہ دینا زخی میرے آنے
سے پہلے لالہ رخ کے دوپٹے پر کرن لگانا اور اپنے ساتھ چچا کے گھر لے کر جانا۔ اچھا بی بی
آپ بے فکر رہیں اول تو آپ بھی گھر آ جائیں گی شام چار بجے تک جانا ہے بی بی میں تو لالہ
کا بہت خیال کرتی ہوں صاحب اور میں تقریباً ہم عمر ہیں ہمارا آپس میں دوستانہ ہے لالہ رخ
شاید اسی بات سے پریشان ہو جاتی ہے آ ؤ لالہ میری بہن دل اتنا چھوٹا نہیں کرتے دیکھو اتنی
بڑی تو میں بھی نہیں ہوں پر بی بی کے سمجھانے اور پریشان ہونے سے مجھے احساس ہوا ہے
بی بی آپ بے فکری سے اسکول جائیں اب میں اپنی چھوٹی سی بہن کو شکایت کا موقع نہیں
دوں گی گل رخ نے پیار سے لالہ کے پھولے پھولے گال کھینچے سارہ بھی مطمئن ہو کر اسکول
کی جانب چل دیں ابھی گلی کے نکڑ تک ہی گئیں تھیں کہ چچا سے مڈ بھیڑ ہو گئی سارہ دیدی
آج آپ کا اسکول بند ہے کیوں کہ آج وہاں کانگریس والوں نے جلسہ کرنا ہے آج کل شہر بھر
میں جگہ جگہ جلسے جلوسوں کی وجہ سے معمولاتِ زندگی متاثر تھے کانگریس نے مسلم لیگ کا راستہ
روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مسلم لیگ کو ناکام پارٹی بنانے کے لیے ہر جائز و ناجائز
حربہ استعمال کیا۔ مسلم لیگ کے لیے بھی یہ زندگی اور موت کا مسئلہ تھا ان دنوں مسلم ہے
تو مسلم لیگ میں آ والی نظم بے حد مقبول ہوئی مسلمان دوسری سیاسی جماعتوں سے کٹ کر
مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے جلد ہی ملک کے در و دیوار بٹ کے رہے گا ہندوستان بن کر
رہے گا پاکستان کے نعروں سے گونجنے لگے ہر آنے والا دن مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ
کرتا گیا بہترین لیڈرز کی وجہ سے جوان قیادت بے حد پُر جوش تھی ایک آزاد ملک کو پانے
کے لیے بے حد قربانیاں دی گئیں شریف آدمی کی جان و مال عزت کچھ بھی محفوظ نہیں تھی ہر

وقت ایک دھڑکا لگا رہتا ان حالات سے گھبرا کر بہت سے خاندان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے
تھے سارہ دھیرے دھیرے چلتی گھر واپس آئی مشو صحن میں پڑے گملوں کو پانی دے رہا تھا
بہار اپنے جوبن پر تھی رنگ برنگے پھول مسکرا رہے تھے گل رخ کو پھولوں کا بے حد شوق تھا
گملوں میں گیرو لگا کر ہر چیز کی محنت سے آرائش کرتی مشو کی نظر سارہ پر پڑی بی بی آپ کو
معلوم ہے بڑی اماں آج غسل خانے میں گر گئیں سارہ کے تو پاؤں تلے سے زمین سرک گئی
ہائے کب ابھی تو میں گئی تھی زیادہ چوٹ تو نہیں آئی اسے اپنی دھان پان سی اماں کا خیال آیا
جلدی سے پرس برآمدے میں پھینک کر اپنی اماں کے پاس گئی زبیدہ آپا اماں کو دودھ میں
ہلدی ڈال کر پلا رہیں تھیں ہلکا سا تکیے سے ٹیک لگا کر چمچ کی مدد سے دودھ اُن کے حلق میں
ڈال رہیں تھیں آپا اماں کو تھوڑا سا اُونچا کر کے بٹھاؤ نہیں سارہ اماں تو بالکل جنبش بھی نہیں
کر رہیں اللہ خیر کرے ریحان ڈاکٹر صاحب کو بلانے گئے ہیں تھوڑی ہی دیر میں خان بابا
ریحان ڈاکٹر صاحب کے ہم راہ آ گئے ڈاکٹر شیراز نے اماں کا اچھے طریقے سے معائنہ کیا
تشویش ان کے چہرے سے عیاں تھی اماں کی ریڑھ کی ہڈی پر کریک کی وجہ سے یہ حرکت
نہیں کر سک رہی تھیں ریحان کی جانب انھوں نے نسخہ بڑھایا جا کر جلدی سے لے آئیں
درد کم کرنے کا انجکشن لگا دوں کچھ آرام ملے گا سارہ بیٹا ڈاکٹر صاحب کے لیے اچھی سی
چائے بنوا دو جی اچھا نہیں جی تکلیف نہ کریں ابھی کچھ دیر پہلے ناشتہ کیا ہے اماں جی اس
وقت کافی تکلیف میں ہیں آپ ان کے پاس ہی رہیں شیراز عقل مند تھے سارہ کی جھجک
واضح طور پر محسوس کر رہے تھے اسی لیے وہ باہر برآمدے میں بچھی آرام کرسی پر جا کر بیٹھ گئے
خان بابا اور وہ ملکی حالات پر تبصرے کرنے لگے اس زمانے میں ریڈیو کسی کسی کے پاس ہوتا
تھا شیراز آج صبح کی سنی ہوئی خبریں خان بابا کو سنانے لگے۔ میری چھٹی آج کل میں منظور
ہو جائے گی دو ماہ کی رخصت پر جاؤں گا میری غیر حاضری میں آپ میرا ریڈیو لے آئیں
تا کہ آپ کو بھی پل پل کی خبر ہو آج کل باخبر رہنا ضروری ہے تو آپ کی جگہ وقتی طور پر کوئی
اور ڈاکٹر ڈیوٹی پر ہوں گے جی ہاں بہت اچھے ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر پر کاش میری غیر حاضری میں

وہی ہوں گے میں اماں جی کے بارے میں خاص ہدایات دے جاؤں گا اسی وقت ریحان اپنے بڑے بھائی نعمان کا بیگ اور دوائیوں کا لفافہ تھامے آ گئے ڈاکٹر صاحب نے جلدی سے انجکشن تیار کر کے اماں کو لگایا اماں بہت بے چین تھیں ہڈی کریک ہونے کی وجہ سے تیز بخار تھا الٰہی خیر کرنا بیٹھے بٹھائے کی تکلیف آ گئی اللہ میاں خیر کرے زبیدہ آپا پریشانی سے گم سم سی بیٹھی تھیں خان بابا ڈاکٹر شیراز کو خدا حافظ کہہ کر اندر آئے تو کافی خاموش تھے اچانک نعمان کے آنے سے ان کو ڈھارس کا احساس ہوا نعمان بھی اماں کے سرہانے بیٹھے سب کو تسلی دے رہے تھے شاہ گل کو بیٹے کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر صاحب کو آواز دی بیٹا بھائی کے لیے چائے ناشتہ لاؤ کھا کر بیٹا آرام کر لو اماں بھی اب کچھ سکون سے سو رہی ہیں ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے تھے اماں کب تک ٹھیک ہوں گی بیٹا ڈاکٹر بھی ہماری طرح انسان ہوتے ہیں ان کو کوئی غیب کا علم نہیں ہوتا ہڈی کا معاملہ ہے وقت تو لگے گا پھر عمر کا تقاضا بھی ہے اللہ خیر کرے گا سارہ تم ہی زبیدہ کو سمجھاؤ یہ تو حوصلہ ہارے بیٹھی ہے تم تو آج اسکول گئیں تھیں سارہ نے اسکول کی چھٹی کا احوال سنایا ہوں چلو اچھا ہوا تمھیں اسکول جانے سے پہلے ہی معلوم ہو گیا بیٹا میرا خیال ہے نوکری کو خیر آباد کہہ دو تو بہتر ہے ویسے بھی آج کل کے حالات میں مناسب نہیں ہے سارہ نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا اماں ہلکا سا کرائیں تو سب کا دھیان ان کی طرف ہو گیا خان بابا کیا ڈاکٹر شیراز کچھ دنوں کے لیے اپنی چھٹی کینسل نہیں کر سکتے شاہ گل نے پُر سوچ انداز میں کہا نہیں بیٹا یہ تو ہماری خود غرضی ہو گی وہ اپنے والد سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں اللہ مالک ہے انھوں نے اپنی جگہ آنے والے ڈاکٹر کو خاص طور پر ہدایت کریں گے اللہ بہتر کرے گا انشا اللہ :

"بہت بے کیف لمحے ہیں عجب
بوجھل سی زندگی ہے میری
نہ غم سے دل بہلتا ہے
نہ خوشیاں راس آتیں ہیں"

اماں کا گرنا اُن کی موت کا بہانہ بن گیا تھا اماں کی موت اور ملکی حالات کی وجہ سے اندر باہر سناٹا سا چھایا رہتا تھا سارہ نے بھی نوکری کو خیر باد کہہ دیا تھا سارہ اتنی خاموش نہ رہا کرو ہول آتا ہے زبیدہ آپا سارہ کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا ہوں آپا میں سوچ رہی تھی اسکول کی ملازمت کے سلسلے میں ہم یہاں پر آئے تھے اب نوکری تو رہی نہیں اور ہماری پیاری اماں بھی نہیں رہیں ہاں یہ سب تو ہے شاہ گل نے بھی پیار سے بہن کو گلے لگایا پر تم تو ہم سب سے زیادہ حوصلے والی ہو صبر سے کام لو دیکھو تو آج صبح سے ہی گل رخ اور صاحبہ کیاری کے کنارے لگی اینٹوں کے کنارے پر اور گملوں پر گیرو کر رہی ہیں لالہ اور منٹو بھی گرم جوشی سے بڑھ چڑھ کر کام میں ہاتھ بٹا رہے تھے صحن میں جا بہ جا گملے اور گیرو کے ڈبے بکھرے پڑے تھے منٹو ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے کھرپی سے کیاری اور گملوں کی مٹی کو نرم کر کے پاس ہی لفافے میں پڑی کھاد مٹی میں شامل کر رہا تھا جو گملے خشک ہو رہے تھے لالہ ان کو اپنی جگہ پر ترتیب سے رکھ رہی تھی لال لال گملوں میں رنگ برنگے موسمی پھول اور موتیے کے پھول کیاری میں دھیمی دھیمی خوش بو کے ساتھ خوب بہار دے رہے تھے چھوٹا سا گھر آج خوب مہک رہا تھا سچ ہے صفائی میں خدائی ہے کلاک نے ایک کا گھنٹہ بجایا تو ریحان نے اخبار کو رول کر کے ایک طرف رکھ دیا ماحول پر ایک طائرانہ نظر ڈالی بی بی خالی خالی نگاہوں سے بچوں کو کام کرتا دیکھ رہیں تھیں اماں بی بی اور امی بیٹھی کروشیے سے بیل کا ڈیزائن اُتار رہی تھیں بڑی اماں کے انتقال کو تقریباً پانچ ماہ سے زیادہ ہو گیا تھا پہلے پہل تو یوں محسوس ہوتا کہ زندگی ختم گئی ہے یہ اللہ پاک کا معجزہ ہے جانے والا چلا جاتا ہے لیکن دنیا کے کام اُسی طرح چلتے ہیں جن کے بغیر جینے کا تصور محال لگتا ہے وہ دل میں تو ہمیشہ رہتے ہیں پر یاد بن کر ہر اچھی بُری بات پر یاد آتے ہیں چپکے سے پلکیں بھیگ جاتی ہیں ان سوچوں میں محو ریحان نے بے ساختہ جمائی لی اماں بی بی آج کھانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے؟ میاں کھانا تیار ہے آج تو میں نے ناشتے کے بعد ہی قیمہ بھرے کریلے اور پودینے کی چٹنی تیار کر لی تھی نعمان غسل کر رہا ہے اور خان بابا کا انتظار ہے انھوں نے کہا تھا کہ آتے ہوئے گرما

گرم تندوری روٹی اور دہی لے کر آئیں گے۔ واہ بھئی کریلوں کا سن کر تو بھوک اور بھی چمک اٹھی ہے پتہ نہیں خان بابا کہاں رہ گئے ہیں آج تو گرمی بھی زوروں پر ہے دراصل جب سے ڈاکٹر صاحب اپنے آبائی گھر سے کافی لمبی چھٹیاں گزار کے لوٹے ہیں باتیں اور خبروں پر تبصرے طویل ہو جاتے ہیں۔ ریحان میاں ذرا صراحی بر آمدے میں لے آؤ دھوپ کی تمازت سے پانی گرم نہ ہو جائے لسی کا مزہ کر کرا ہو جائے گا چلو لڑکیو اب تم بھی صفائی سجاوٹ کو بند کر کے باورچی خانے کا حال دیکھو سالن گرم کرو اکثر ریڈیو پر دوپہر کی خبریں سن کر خان بابا آ جاتے ہیں اسی دوران دروازے پر زور زور سے دستک کی آواز آئی اے لو بڑی عمر ہے منو جلدی دروازہ کھولو لگتا ہے باہر گرمی کی شدت سے خان بابا دروازہ توڑ کر اندر آ جائیں گے کواڑ کھولتے ہی برقعے میں ملبوس قاری صاحب کی بیگم ان کی بیٹی چھوٹا بیٹا اندر داخل ہوئے کواڑ کو مضبوطی سے بند کرنے لگے بی بی نے گھبرا کے قاری صاحب کی بیگم کے متوحش بھیگوری زدہ ہونٹ دیکھ رہی تھیں قاری صاحب کا گھر ان کے گھر سے بہت دور تھا ان کے علاقے میں ہندوؤں کی اکثریت تھی حالات کی نزاکت سمجھ آ رہی تھی۔ بی بی نے لپک کر قاری صاحب کی بیگم مہر النساء کو تھاما گلے سے لگائے کمرے میں لے آئیں خاک آلود برقعہ اتارا دس سالہ بیٹی آمنہ اور آٹھ سالہ عبد الرحمٰن کو پیار کیا لڑکیاں بھی سارے کاموں کو چھوڑ کر اندر آ گئیں دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں صاحب خالہ کے لیے ٹھنڈا پانی لے کر آئی مہر النساء کے حواس بے حال نہیں ہو رہے تھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں قاری صاحب کی بیگم مہر النساء، سارہ کے اسکول میں بچیوں کو قرآن پڑھانے پر مامور تھیں وہیں سے دونوں میں بہناپے کی حد تک دوستی ہو گئی تھی اسکول کے پچھواڑے میں ہی گھر تھا ان کے علاقے میں ہندوؤں کی سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں گل تم خالہ جان کو گاؤ تکیہ لا دو اور پنکھا جھلو یک دم مہر النساء سارہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اے بہن ہم تو لٹ گئے ہماری پچھلی گلی میں جتنے بھی مسلمانوں کے گھر تھے لوٹ مار کر کے گھروں کو آگ لگا دی بے لڑکیوں اور عورتوں کی بے حرمتی قاری صاحب کے بازو میں بھی

گولی لگی ہے مجھے اسکول کی ٹیچر مسز سنتوش نے خبردار کیا اگلا وار آپ کی گلی پر ہوگا چولہے پر چڑھی ہانڈی ہنستا بستا گھر چھوڑ چھاڑ زخمیوں کو لے کر ہسپتال کی طرف بھاگے قاری صاحب بھی زخمی ہیں ابھی آپ کے علاقے میں امن ہے پر کون جانے کب تک عزت جان و مال سب خطرے میں ہے آپ کی گلی دیکھی تو آپ کے گھر کو قیمتی پناہ گاہ جان کر آ گئی ہوں ریحان بیٹا تم ہسپتال جاؤ قاری صاحب کی خیریت معلوم کر کے آؤ اور خان بابا اور نعمان کو بھی دیکھو جا کر میرا دل بھی بہت گھبرا رہا ہے اب فیصلے کی گھڑی آ پہنچی ہے جاؤ بیٹا جلدی کرو مجھے بہت کام کرنے ہیں زبیدہ آپا شاہ گل کی تو نزلے زکام کی وجہ سے کافی طبیعت خراب ہے آپ بھی گھر کی قیمتی اشیا اکٹھی کر لیں قاری صاحب کا گھر کسی دوسرے شہر میں نہیں ہے مصیبت ہمارے سروں پر ہے اور بہن مہر النساء اب ہم سب ایک ہی گھر کے فرد ہیں ہمارا دکھ سکھ سانجھا ہے اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے کچھ ہی دیر میں ریحان تقریباً بھاگتا ہوا واپس آ گیا بی بی اماں بی بی خان بابا کا آپ سب کے لیے پیغام ہے ضروری چیزیں سمیٹ کر تیار ہو جائیں اور ہاں امی کا کیا حال ہے ان کا بخار اُترا یا نہیں وہ دوا کھا کر سوئیں ہیں ویسے بھی بہت زیادہ پریشان ہیں وہ چند دن کے لیے ملنے آئیں تھیں اپنے گھر بار کے لیے بہت فکر مند ہیں شکر ہے نعمان میاں بھی آ گئے ہیں شاہ گل کو سمجھاؤں گی شکر ہے بچے تو اس کے پاس ہیں یہی سب سے بڑی دولت ہے۔جی اللہ کرے بات اُن کی سمجھ میں آ جائے رات سے ہمیں کہہ رہی ہیں گھر چلو آپ کو معلوم تو ہے ابو کی سخت عادتوں کی وجہ سے اور ہر کام میں ٹوکنے کی وجہ سے امی بالکل خاموش ہو گئیں ہیں خیر آپ کی بات سمجھ جائیں گی۔امی کو میں حالات سے آگاہ کرتا ہوں آپ بھی چیزیں پیک کر لیں نعمان بھائی آتے ہوں گے۔

جاؤ تم اپنی ماں کو دیکھو گرمیوں کی دوپہر ہے ہر کوئی اپنے گھروں میں آرام کرتے ہیں یہی وقت مناسب ہے کسی کو معلوم ہی نہیں ہوگا میں اس وقت لڑکیوں امی اور اماں بی بی کو لے جاتا ہوں آپ کچھ سامان ان سب کو دے دیں ہم بی بی کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے گل اور صاحبہ نے برقعے پہن رکھے تھے اور زار و قطار روتے ہوئے کچھ دیر پہلے اپنے گھر کو سنوار

رہی تھیں حسرت سے در و دیوار کو دیکھ رہی تھیں نہ بیٹا نہ روتے نہیں ہیں تم خوش قسمت ہو عزت سے اور تسلی سے جا رہی ہو مہر النساء نے دلاسا دیا اللہ کرے ہمارا پیارا وطن پاکستان جلد وجود میں آئے (آمین) سب نے یک زبان کہا اماں بی بی اپنا سفید لٹھے کا برقعہ پہنا تو بی بی پسینے میں شرابور کمرے سے باہر آئیں اور ایک گٹھڑی زبیدہ آپا کے ہاتھ میں دے دی آپا ان چیزوں کو دھیان سے رکھنا کپڑوں میں زیور اور نقدی بھی ہے سرگوشی کے انداز میں کہا سب لوگوں کے ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ ضرورت زندگی کا سامان تھا کر رخصت کیا اچھا فی امان اللہ اب گھر میں سارہ اور مہر النساء رہ گئے تھے کچھ دیر بعد گلی میں خان بابا کے کھانسنے کی آواز نے تقویت ہوئی سارہ ہر احساس سے عاری جلد از جلد کپڑے تھیلوں میں کچھ اماں کی چیزیں اپنی اور جو کچھ رکھ سکتی تھی رکھ رہی تھی مہر النساء تم دروازہ کھولو تھیلے برآمدے میں رکھے اور اماں کے ہاتھ کے جزدان قرآن پاک پر چڑھائے مہر النساء کے ہاتھ میں تھمائے بھیگی آنکھوں سے آخری الوداعی نگاہ گھر پر ڈالی آج ان کو بہت جلدی تھی دروازے تک جا کر دل ایک دم بھر آیا تخت پوش پر اچانک اماں سفید دوپٹہ اوڑھے نظر آئیں بھاگ کر تخت پوش سے لپٹ گئیں اماں خدا حافظ آپ ہندستان جانا نہیں چاہتی تھیں ہم بھی نہیں جانا چاہتے تھے مگر یہاں کے لوگوں کی سفاکی اور بے رحمی نے احساس دلا دیا ہے ہندستان ہمارا وطن نہیں ہے اماں آپ کی عزت و آبرو خطرے میں ہے آپ کو اور آغا جی کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین اچھا اماں اپنی دعاؤں میں رخصت کریں خدا حافظ اچانک سارہ کو اماں کی مانوسی کی خوشبو نے اپنی پُر سکون آغوش میں لے لیا بیٹا تم تو بہت ہمت والی ہو خان بابا آپ یقین کریں یا نہ کریں ابھی مجھے اماں کے وجود کا احساس ہوا ہے اچھا بیٹی تھوڑی دیر میں گلی میں آمدورفت شروع ہو جائے گی جی اچھا حالات کی نزاکت کا احساس ہوتے ہی دونوں خان بابا کی ہم راہی میں ہسپتال کی جانب روانہ ہوگئیں۔

خان بابا آپ سے ایک مشورہ کرنا ہے ہاں کہو حالات یک دم بہت خراب ہو گئے ہیں جو ان لڑکیوں کا ساتھ ہے میں نے سوچا ہے۔ آج عصر و مغرب کے درمیان اپنی دونوں

بیٹیوں کا نکاح کردوں گل رخ کا ڈاکٹر شیراز سے اور لالہ کا ریحان سے کردوں بچپن سے ہی یہ رشتہ طے ہے اور اب شاہ گل کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے مجھے بہت خوف آ رہا ہے جو میں نے سوچا ہے آپ سب مجھے مشورہ دیں کیوں کہ وقت بہت کم ہے گل کا تو ٹھیک پر لالہ بہت چھوٹی ہے نہیں خان بابا گیارہ برس کی ہے نکاح کر دیتے ہیں کون جانے پھر مہلت ہوتا ہو رخصتی کچھ سال بعد کردوں گی آپ کو تو معلوم ہے ارشاد باجی کی بھی شروع سے یہی خواہش ہے۔ ڈاکٹر شیراز کو بھی بتا دیں کہ ہمیں ان کی خواہش پر کوئی اعتراض نہیں اگر ان حالات میں بھی ان کی یہی آرزو ہے تو بسم اللہ کریں زخمیوں کی مرہم پٹی سے فارغ ہو جائیں تو بات کرتا ہوں خان بابا ہمیں ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کا جلد بتا دینا تا کہ ہاتھوں میں سہاگ کی مہندی تو لگا دوں زبیدہ آپا نے ڈبڈبائی آواز میں کہا ان کی شادیوں سے متعلق جانے کتنے ارمان تھے اللہ پاک صاحب کا بھی نیک سبب کرے۔ سارہ نہ جانے لدھیانہ میں سب کا کیا حال ہوگا اللہ خیر کرے خان بابا کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے کمپوڈر لدھیانہ اپنے گھر جا رہے تھے تو خان بابا نے ایک خط ان کو دیا تھا کہ یہ خط پاپا جی کو دے دیں اور خیریت بھی معلوم کر آئیں اگر وہاں کے حالات زیادہ خراب ہوں تو ان کو اپنے ہم راہ لیتے آئیں خان بابا نے یہ نہیں بتایا کہ ان صاحب کی واپسی کب تک متوقع ہے۔ شاید وہاں سے دوائیوں کا سٹاک لینے گئے ہیں اللہ کرے سب خیریت سے ہوں اور سب یہاں آ جائیں خبروں کے مطابق لدھیانہ کے حالات یہاں کے نسبت خراب لگتے ہیں یہ کافی چھوٹی جگہ ہے ہم تو یہاں پر ہی لٹ گئے مہر النساء حوصلہ کرو شکر کرو عزت و آبرو سے بچوں کے ساتھ ہو اب قاری صاحب بھی بہتر ہیں ہم سب ایک دوسرے کی ڈھارس ہیں ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں دیکھو ہم بھی تو حالات سے مجبور ہو کر چپ چاپ گھر کو الوداع کہہ آئے ہیں اللہ کرے اب ہم سب کو اتنی قربانیوں کا ثمر ہمارا اپنا وطن اپنا گھر پاکستان میں نصیب ہو صدقِ دل سے سب نے آمین کہا بس آپا چوٹ نئی ہے اس لیے بے ساختہ درد ہوتا ہے۔ کبھی ایسا سوچا نہیں تھا اچانک ارشاد آپا نے کروٹ لی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان

پھیری سارہ نے جلدی سے لپک کر پانی پلایا شاہ گل اب آپ کی طبیعت کیسی ہے بخار تو اب ٹوٹ گیا ہے سر میں بہت درد ہے اللہ آپ کو صحت دے آپ بہت سوچتی ہیں دل کی باتیں دل میں نہ رکھا کریں آپ اب ہماری ماں کی جگہ ہیں آپ کے وجود سے ہمیں بڑی ڈھارس ہے چاہے یہ اتفاق ہے کہ آپ ہمارے پاس ہیں شکر ہے کہ نعمان میاں بھی آ گئے ہیں نہیں سارہ میری وجہ سے پریشان نہ ہو تمہیں تو میری عادت کا پتہ ہی ہے ہمیشہ سے کچھ نہ کہنے کی عادت سی پڑ گئی ہے ورنہ تمہارے اور بچوں کے علاوہ میرا کون ہے اللہ کا شکر ہے سب پاس ہیں اب جو بھی حالات ہوں تم سب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تقویت ہے آج میں محسوس کر رہی ہوں زبیدہ کافی خاموش سی ہے۔ زبیدہ آپا آپ کیا سوچ رہی ہیں سارہ ایسے ہی خیال آ رہا تھا ہماری تو گزر گئی ہے ان بچیوں کے بارے میں جانے ان کی تقدیر میں کیا لکھا ہے ابھی تک خان بابا نے ڈاکٹر صاحب کی مرضی معلوم نہیں کی اب تو شام ڈھلنے کو ہے شاید جیسے حالات بدل گئے ہیں ڈاکٹر صاحب کے خیالات بھی نہ بدل گئے ہوں سارہ نے چونک کر آپا کو دیکھا نہیں آپا بدگمان نہ ہوں اس وقت گھور اندھیرے میں ڈاکٹر صاحب ہی اُمید کی کرن ہیں اللہ نہ کرے کہ آپ کے خدشات درست ہوں ہسپتال میں ایمرجنسی لگی ہے حالات کافی خراب ہیں مصروفیت بہت زیادہ ہے اب ایسا تو نہیں ہو سکتا ہماری ہر سوچ بروقت پوری ہو جائے بس اللہ میاں وہی کرے جو ہمارے حق میں بہتر ہے اور ہم سب کی خطائیں معاف کر کے رحم کرے اچھا میں ذرا لڑکیوں اور خان بابا اور لڑکوں کو باہر جا کر دیکھتی ہوں سارہ نے اپنے وجود کو بڑی چادر سے ڈھانپا اور فاطمہ کی انگلی تھام کر حالات کا جائزہ لینے کے لیے وارڈ کی جانب قدم بڑھائے وہاں لوگوں کی کراہیں اور چیخ و پکار سن کر اپنی تمام پریشانیاں ذہن سے نکل گئیں نظروں ہی نظروں میں وارڈ میں لڑکیوں کو تلاش کرنے لگیں جلد ہی تینوں نرسوں کا ہاتھ بٹاتی نظر آ گئیں ان کے چہروں پر عزم اور حوصلہ تھا اچانک ایک اماں سارہ کے ساتھ لپٹ گئیں شکر ہے نادیہ بیٹا تم خیریت سے ہو سارہ نے حیرت سے اماں کو دیکھا جو بکھرے بالوں اور دوپٹے سے جوتے سے بے نیاز سارہ کو بے تابی سے پیار

کر رہی تھیں۔ سارہ کو ان کا حلیہ اور پتھرائی ہوئی خشک آنکھوں کو دیکھ کر دل بھر آیا۔ پاس پڑی بستر کی سفید چادر سے اماں کو ڈھانپا فاطمہ بیٹا ایک گلاس پانی لا دو اماں آپ آرام سے بیٹھیں نہیں بیٹا آرام کہاں گھر میں بے شمار کام بکھرا پڑا ہے کل نادیہ کی مہندی تھی آج بارات آئی تھی آج مہندی والے دن ہی میری نادیہ کو لے گئے میرے دونوں بیٹے بازار سے سودا لینے گئے ہیں جب سارہ نے اماں کو روکنے کی کوشش کی تو اماں سخت غصے سے چلانے لگیں ان کی بے قراری عروج پر تھی کسی طرح سے بھی قابو میں نہیں آ رہی تھیں ان کی حالت دیکھ کر دیکھنے والوں کی حالت خراب ہو رہی تھی یہاں موجود ہر انسان کی داستان لگ بھگ ایک سی تھی بہت سارے لوگ تنہا رہ گئے تھے تو بہت سے لوگ بے گھر ہو گئے تھے تقریباً سب کی ذہنی حالت ایک سی تھی سارہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئی اماں تو انجکشن لگنے کے بعد عارضی سکون سے سو گئی تھیں یا اللہ ہم سب پر رحم کر جہاں پیدا ہوئے پلے بڑھے زندگی کی دھوپ چھاؤں یہیں گزر گئی پر افسوس جن کو ہم اپنا سنگی ساتھی سمجھتے رہے وہی مار آستین نکلے اتنی نفرت اتنی حقارت ان دوست نما دشمنوں نے نہ ہی دوست کی دوستی کا مان رکھا باپ بھائیوں کے سامنے ان کی عزت کے جنازے نکلے مال جان عزتوں کی پامالی الٰہی رحم الٰہی رحم مغرب کی اذان کی آواز کے ساتھ ہی سارہ خالی اور ماؤف دماغ کے ساتھ کمرے کی طرف چل دی نماز پڑھ کر زار و قطار روتے ہوئے اپنے ملک پاکستان کے جلد از جلد بن جانے کی دعا کی جہاں ہر طرح کی آزادی ہوگی اپنا پن ہوگا سب ایک مٹھی کی طرح رہیں گے کوئی اونچ نیچ کوئی تفرقہ نہیں ہوگا جانے کب اس خواب کی تعبیر ہوگی کمرے میں نیم اندھیرا تھا ایک کونے میں مہر النساء اپنے بچوں کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی زبیدہ آپا اور میں آیت کریمہ پڑھ رہے تھے رات کا دوسرا پہر تھا زبیدہ آپا نے تھک کر دیوار سے ٹیک لگائی آپا آپ بھی آرام کرلیں نہیں سارہ اب آرام کا لفظ بے معنی ہو گیا ہے ساری جگہ عجیب افراتفری کا عالم ہے سارا دن کے تھکے ماندے ذہن اپنے گھر کی دہلیز پار کرتے ہی پُر سکون ہو جاتے ہیں اب جب کہ ہم سب ہی اپنے گھروں کو خیر باد کہہ آئے ہیں ماضی میں بھی گا ہے بہ گا ہے غیر مسلم اپنا رنگ

دکھاتے رہے کبھی زبان کا مسئلہ تو کبھی مسلمانوں کو کبھی بھی اپنے سے آگے بڑھنے نہیں دیتے تھے۔ سارے بڑے بڑے کاروبار تو ہندو ہی کرتے رہے بہ ہر حال کبھی احساس ہوا تو بول لیے زیادہ تر بہ ظاہر بھائی چارے کا سماں تھا اب جب قائداعظم جیسے مخلص باہمت اور محنتی لیڈر کی قیادت نصیب ہوئی تو اپنا حق اپنی پہچان پانے کا حوصلہ ہوا سچ ہے ایک اچھا لیڈر اللہ کا دیا ہوا انعام ہوتا ہے۔ اچانک باہر گاڑیاں روکنے کی آوازیں آنے لگیں زور زور سے پیٹیاں گھسیٹنے کی آوازوں کے ساتھ عورتوں مردوں کی ملی جلی آوازیں آنے لگیں سارہ کھڑکی سے دیکھو میرا دل گھبرا رہا ہے میرے میں اب بالکل حوصلہ نہیں ہے وہ دل پر ہاتھ رکھے پاس پڑے پانی کے گلاس کو لبوں سے لگاتی ہوئی بولیں ارے ارے آپا حوصلہ میں تو اپنی بہنوں کو دیکھ کر حواس میں نہیں رہی سچ سرور نذیر انور آپا وغیرہ گاڑی سے اتر کر اندر آ رہی ہیں بچے بھی سب ہیں اللہ آپا ہم کتنے خوش قسمت ہیں زبیدہ آپا یہ سنتے ہی سجدۂ شکر بجالائیں تھوڑی ہی دیر میں خان بابا کی ہم راہی میں اندر داخل ہوئے خاک آلود ساڑیاں ماتھے پر تلک لگائے مصلحتاً حلیہ بدلنا پڑا ایک دوسرے سے ملتے ہوئے زارو قطار رو رہی تھیں جانے یہ کیسے آنسو تھے نذیر تمہارے تو پاؤں سے خون رس رہا ہے ہاں زبیدہ آپا بہت جلدی میں نکلے ہیں پاؤں کی چپل نہیں مل رہی تھی باہر سڑک پر قتل و غارت کا بازار گرم تھا یہ تو بروقت کمپوڈر صاحب کی آمد کی وجہ سے نکل پائیں ہیں جانے کن کن راستوں سے چھپ چھپ کر ہم کو نکالا ہے یہ ہمارا ملنا بھی ایک معجزہ ہے باقی خاندان والے کہاں گئے وہ لوگ بھی ایک روز پہلے محلہ چھوڑ کر جا چکے ہیں اللہ سب کو اپنی اماں میں رکھے (آمین) ہم تو تمہاری وجہ سے اٹکے ہوئے تھے شکر ہے اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ملا دیا ہے اللہ آگے بھی خیر کرے ابھی فی الحال تو ہمارا ٹھکانہ ہسپتال ہے دیکھو آگے جہاں تقدیر لے جائے نعمان اور خان بابا باہر سے پانی لے آئے سب نے باری باری اپنے خشک ہونٹ اور حلق تر کیے گرمی زوروں پر تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا ملازم اور خان بابا کی ہم راہی میں ہسپتال میں ہی رہے ڈاکٹر صاحب کے بنگلے کی جانب چل پڑے ہسپتال کے تمام کمرے زخمیوں سے بھر گئے تھے اب یہ بیس پچیس بندوں کا

قافلہ تھا جن کی آنکھوں میں جلد از جلد اپنے وطن پاکستان جانے کا خواب تھا خان بابا میں نے آپ کو ڈاکٹر صاحب کے لیے پیغام دیا تھا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا بیٹا ہسپتال میں ایمرجنسی ہے ایک پل کی فرصت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے ان حالات میں میری سوچ میری خود غرضی بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی ہے میری بچیوں پر باپ بھائی کا سایہ نہیں ہے اللہ ان کو سر کا سائبان ضرور دے بیٹی میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں اب دیکھو نا حالات نے یک دم پلٹا کھایا ہے جی خان بابا آپ سچ کہہ رہے ہیں اللہ خیر کی گھڑی لائے۔ میں نے تمہارا پیغام ڈاکٹر صاحب کو دیا تھا عصر کے وقت کا پورا پروگرام تھا پر اللہ کی رضا نہیں تھی دیکھو اللہ کی بہتری اب تمام اپنے بھی آ گئے ہیں ابھی اطمینان سے گھر میں بیٹھ کر سب کے ساتھ صلاح مشورہ بھی کر لو۔ تم سب بہنوں میں اللہ اتفاق دے تمہارے بھانجے تمہارے بیٹوں کی طرح ہیں ماشاءاللہ سے جوان ہیں ساجد میاں بھی آ گئے ہیں سب کی مرضی معلوم کرو دیکھو وہ سب تمھیں کیا کہتے ہیں رائے سب کی لو باقی اپنا معاملہ سپرد خدا کر کے مطمئن ہو جاؤ جو اللہ کو منظور ہو زبیدہ آپا بھی سب بہنوں کو سارہ کے پروگرام کے بارے میں بتا رہی تھیں لڑکیو! جاؤ کچن میں جا کر کھانا بناؤ آج دوپہر میں قیمہ بھرے کریلے بنائے تھے وہ بھی میں وہاں سے چلتے وقت اُٹھا لائی تھی صاحب ماشاءاللہ سے کھانا بنانے میں ماہر تھی لالو نے جلد ہی لیموں پانی بنا کر سب کو پیش کیا یوں اجنبی گھر میں سب کو بہت ہی عجیب سا محسوس ہو رہا تھا ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق لالو نے تمام مرد حضرات کو کرتے پاجامے دیئے آپ سب نہا دھو کر فریش ہو جائیں رات کے کھانے تک ڈاکٹر صاحب بھی آ جائیں گے گرد و غبار اور پسینے سے شرابور دماغ جب نہا دھو کر تازہ دم ہوئے تو جان میں جان آئی اچانک پڑنے والی افتاد سے سب ہی ہراساں تھے خان بابا کی ہدایت کے مطابق سارہ نے زبیدہ آپا کو بات کرنے کا اشارہ کیا کیوں کہ وہ جلد ہی اپنی سوچ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتی تھی زبیدہ نے جب تمام حالات کی اُونچ نیچ سمجھاتے ہوئے سارہ کے ارادے کے بارے میں سب کو بتایا اور ڈاکٹر کی خواہش کے مدنظر اور پھر اماں کی خواہش کے بارے میں بتایا نعمان،

ریحان اشعر اکبر اور ساجد میاں کو شدید اعتراض تھا حالات چاہے جیسے بھی ہوں ہم اپنی بہن کی شادی یوں نہیں کریں گے نہ خاندان کا پتہ ہے یہ سب باتیں ڈاکٹر صاحب نے خود بتائیں ہیں راہ چلتے کسی کو لڑکی دینا بہت مشکل ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ سارہ سب کی باتیں سنتی ہی پھر انتہائی تحمل سے سمجھایا اماں کی زندگی میں رشتہ آیا تھا اماں کو کوئی اعتراض نہیں تھا تمھاری باتیں اپنی جگہ درست ہیں اگر حالات ٹھیک ہوتے تو میں تمھیں ضرور ڈاکٹر صاحب کے آبائی گھر بھیج کر معلومات کرواتی مجھے خوشی ہے تم سب بہت اچھے اور سمجھ دار بھائیوں کی طرح سوچتے ہو لیکن میں ماں ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے گل رخ کا نکاح ڈاکٹر صاحب اور لالہ رخ کا نکاح نعمان سے ارشاد باجی کی بھی یہی مرضی ہے کرنے کا ارادہ کر رہی ہوں تم بھی خوشی خوشی اپنی دعاؤں میں اس نیک فریضے میں شامل ہو جاؤ بیٹا یہ وقت جذبات میں آنے کا نہیں بلکہ انتہائی سمجھ داری سے کچھ کرنے کا وقت ہے جب کہ فی الحال ہمارے سروں پر چھت بھی نہیں ہے وقت ایک سا نہیں رہتا بی ریحان نے سمجھانے کی کوشش کی نعمان اور ساجد میاں نے ہر طریقے کی اونچ نیچ سمجھائی بالآخر بادل نخواستہ سب نے سر جھکا دیا سب کی متفقہ رائے کے مطابق فجر کے وقت نکاح کا وقت مقرر ہوا باقی جو اللہ کو منظور ہو اللہ خیر کرے (آمین)۔

ان حالات میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا نہ ڈھولک کی تھاپ نہ رخصتی کے گیت نہ تیل کی دلہن یہ سب سوچ کرب کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں سارہ نے گھر سے نکلتے وقت سمجھ رہی سے سامان رکھا تھا ایک تھیلا جو شادی پر دینے کے لیے لگا ہے بنگا ہے سامان اکٹھا کیا تھا جس میں پوت کے سوٹ اور دوسرے ریشمی سوٹ کچھ زیورات رکھ لائیں تھیں اب کھول کر زبیدہ آپا ان میں سے چیزیں منتخب کرنے لگیں۔ صاحب تم جیا کے ساتھ باہر باغیچے سے ل توڑ کر گجرے پھولوں کے زیور بناؤ زبیدہ اور ساری بہنیں یک دم بے حد مصروف گئیں تھیں سارہ تم نے میرے بھی کپڑے اور دیگر اشیاء کا تھیلا بنایا تھا وہ کہاں ہے سارہ نے ڑی سی دیر میں ایک لفافے میں سے زبیدہ آپا نے مہندی کی تھیلی نکالی سر وزنہ لو احتیاط

سے بھگو دو لالو سے تھوڑا تیل لے کر اس مہندی میں ڈال دینا رنگ گہرا آئے گا اللہ کرے سہاگ کی یہ مہندی ان کے ہاتھوں میں مہکتی رہے۔ لالہ رخ اور گل رخ ان تمام باتوں سے بے خبر تھیں ان کے سامنے سب ہی کچھ کہنے سے گریزاں تھے لمحہ لمحہ رات گہری ہونے لگی سارہ سب کے سامنے اپنے آپ کو بہت مضبوط ظاہر کر رہی تھی جب ارشاد باجی اور انور باجی نے اپنی دونوں بھانجیوں سے گلے لگا کر اپنے پاس بٹھا کر ان کی ہتھیلیوں پر مہندی لگانے لگیں اور سر کے بالوں پر ہولے ہولے ہاتھوں سے جیا اور زبیدہ آپا تیل لگانے لگیں تو سارہ کے سارے بند ٹوٹ گئے اپنی بیٹیوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ رونے لگیں گل رخ سمجھدار تھی اس کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں بی بی کی پُرشفقت آغوش میں خود کو چھپا لیا بی بی مت روئیں ہم سب اکٹھے رہیں گے میں نے کہیں نہیں جانا بڑی مشکل سے سب نے روتے ہوئے ماں بیٹیوں کو سمجھایا آخر کار فجر کے پُرنور تڑکے کے ساتھ ہی دونوں بہنوں کا نکاح ہو گیا سب نے مصری اور گڑ سے ایک دوسرے کا منہ میٹھا کروایا لالہ رخ بار بار اپنا لال دوپٹہ چہرے سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی اور گھبرا رہی تھی بی بی نے لالہ رخ کے ماتھے کو چوما اور اپنے گلے سے لگا لیا بیٹا پریشان نہ ہو بس آج سے مجھ سے زیادہ ارشاد باجی تمھاری ماں ہیں ان کی دل و جان سے عزت اور خدمت کرنا۔ گل رخ چپکے چپکے آنسو بہا رہی تھی سارہ کو اب محسوس ہو رہا تھا گفتن آسان کردن مشکل اے اللہ مجھے ہمت دے۔ مسلسل دلاسے دے رہی تھیں سارہ حوصلہ کرو اچھا ارشاد باجی اب آگے کا کیا پروگرام ہے میں تو اس وقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ابھی تو نکاح ہوا ہے شام بعد افطار گل رخ کو اللہ کا نام لے کر رخصت کر دینا تاکہ ایک فرض مکمل طور پر پورا باقی لالہ ابھی چھوٹی ہے ہاں ہاں اس کا تو میں نے نکاح ہی سوچا تھا سارہ ایسا گھبرائیں جیسے لالہ کو بھی ارشاد باجی اپنے ساتھ لے جانے کا کہہ رہی ہوں باہر مردانے میں خیر سلامت کے بعد ملکی حالات پر زور و شور سے تبصرے ہو رہے تھے ڈاکٹر شیراز خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے پر انھوں نے ظاہراً اپنے پر سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا سفیدی ظاہر ہوئی تو کمپوڈر کے بلانے

پر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے ہسپتال کی جانب چل دیے ہسپتال کی فضا خاموش اور سوگوار تھی ہر آنکھ میں ایک کہانی تھی ڈاکٹر شیراز کے سٹاف کو بھی ڈاکٹر صاحب کی شادی کی خبر ہو گئی تھی سب ہی مبارک باد دے رہے تھے لیکن اداس بھی تھے اگر ایسے حالات نہ ہوتے تو ایک جشن کا سماں ہوتا بہر حال اب کچھ تو کرنا چاہیے کچھ مجور نرسز آپس کے صلاح مشورے کے بعد ڈاکٹر صاحب کے پاس آئیں سر ہمارے لائق کوئی بھی کام ہو تو بتائیں دیکھیں ہسپتال میں بھی بہت کام ہے اللہ کرے حالات کچھ کنٹرول میں ہوں تو فراغت ہو سکے یہ تو سچ ہے میرے گھر میں میری ایسی کوئی عزیز ہستی نہیں ہے جو میرے مہمانوں کی تواضع کر سکے میں نے ابھی جگو کے ساتھ سوپر کو بھیجا ہے وہ تمام گھر کی اچھی طرح سے صفائی کرے اگر آپ کے پاس وقت ہو تو شام کے لیے بہترین سا کھانا تیار کر دیں تمام سودا کچن میں موجود ہے سب نے انتہائی پُر خلوص جذبے کے ساتھ مل کر اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا ڈاکٹر شیراز کے کمرے کو مہکتے پھولوں سے آراستہ کر ڈالا مل جل کر نازک سی گل رخ کو عروسی جوڑے پر پھولوں اور طلائی زیورات سے خوب صورت انداز میں سنوارا سوئی سوئی آنکھوں میں کاجل کی دھار سے حُسن دو چند ہو گیا تھا ٹوٹ کر روپ آیا تھا کوئی بھی نظر بھر کر نہیں دیکھ رہا تھا پُر تکلف سی افطار کے بعد گل رخ کو رخصت کر کے ڈاکٹر شیراز کی خواب گاہ تک پہنچا دیا گیا خالی گھر میں مدتوں کے بعد کسی اپنے کا احساس ہی بہت خوش کُن تھا وہ اپنی قسمت پر نازاں تھے اِدھر گل رخ انتہائی خوف زدہ اور سہمی ہوئی اپنی قسمت کے نئے موڑ پر حیران و پریشان بیٹھی سوچ رہی تھی اسے اپنی بے حد چاہنے والی ماں کی چاہت میں کھوٹ نظر آ رہا تھا جب گل رخ نے پہلی مرتبہ ڈاکٹر صاحب کو دیکھا تھا تو سہم کر اپنی بی بی کی اوٹ میں ہو گئی تھی گہرے سانولے رنگ اور بے حد لمبے چوڑے وجود کی مطابقت سے اس نے ان کا نام ڈاکٹر جن رکھ چھوڑا تھا اب اس کو بی بی پر بہت غصہ آ رہا تھا انھوں نے اس جن کی قید میں خوشی خوشی دے دیا تھا۔ یہ تھی معصوم سی گل رخ کی سوچ جس کی وجہ سے بہت زیادہ ڈسٹرب تھی اپنی سوچوں میں اتنی محو تھی کہ چونکی تب جب ڈاکٹر شیراز اس کا گھونگھٹ اُٹھائے انتہائی

محبت اور محویت سے اس کو ایک ٹک تک رہے تھے ایک کی آنکھوں میں محبت اور دوسری طرف خوف گل رخ جلدی ہی اپنے وجود کو سمٹ کر دوسری سمت ہوگئی دونوں کی عمروں میں آدھو آدھ کا فرق تھا ڈاکٹر شیراز دھیمے دھیمے لہجے میں باتیں کرنے لگے دھیرے دھیرے خوف کا تاثر ختم ہونے لگا سچ ہے بڑے ٹھیک کہتے ہیں نکاح کا بندھن خون کے رشتوں سے مضبوط ہوتا ہے دو اجنبی ایسے ایک دوسرے کے ہو جاتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو صدیوں سے جانتے ہوں گزرتے وقت نے سب کے خدشات جھاگ کی طرح بیٹھ گئے ڈاکٹر شیراز سب میں اس طرح سے گھل مل گئے تھے جیسے وہ اس خاندان کے لیے انتہائی اہم جزو ہوں گل رخ کا وہ کانچ کی گڑیا کی طرح خیال کرتے تھے گل رخ میں ابھی بچپنا بہت تھا بی بی بھی ڈانٹ کر بھی پیار سے سمجھاتی رہتیں تھیں دیکھو بیٹا مرد ذات کا پتہ نہیں چلتا کب کون سی بات بری لگ جائے اور کب غصے میں آ جائے گل رخ کی جگہ بی بی ڈاکٹر صاحب سے معذرت کرتیں دیکھیں میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا تھا کہ بچی کو کچھ نہیں آتا انشااللہ وقت کے ساتھ سب کچھ آ جائے گا آپ تسلی رکھیں مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ خواہ مخواہ شرمندہ ہوتیں ہیں ویسے بھی ابھی چند روز ہوئے ہیں سمجھنے اور سمجھانے کے لیے عمر پڑی ہے اللہ خیر کرے گا دعا کریں حالات کچھ قابو میں رہیں۔ بس بیٹا اب اپنے ملک اپنے گھر پاکستان جانے کی لگن ہے سب کچھ خیر و عافیت سے طے پا جائے اللہ کرے دہلی تک پاکستان بن جائے ہم سب کی جان و مال اور عزت کی سلامتی رہے بہت مشکل گھڑی ہے ہم لوگ تو اپنے اپنے مسئلے سلجھانے میں مصروف ہیں آج خیر سے دسواں روزہ ہے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سب لڑکے بھی صبح سے ہی ہسپتال چلے گئے ہیں تا کہ آنے والے زخمیوں کی دیکھ بھال کی جا سکے کیوں کہ عملہ ناکافی تھا ہسپتال آنے والے راستوں کو بند کر دیا گیا تھا انتہا پسند ہندو سکھ دندناتے پھر رہے تھے۔

آج صبح سے ہی شاہ گل کچھ پریشان سی نظر آ رہیں تھیں پریشان تو سب ہی تھے گھر بار چھٹ چکے تھے انسان تو انسان بے زبان چرند پرند ایک گھر کی ضرورت شدت سے

محسوس کرتے ہیں پرندے صبح سویرے اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں پر شام ڈھلے جھنڈ کے جھنڈ تیزی سے اپنے گھونسلوں میں واپس آ جاتے ہیں نہ جانے کب تک ہم بے سروسامانی کی کیفیت میں زندگی گزاریں گے دیکھو شاہ گل اس بات کی فکر تو ہم سب کو ہے ہم تو زندگی کی دھوپ چھاؤں دیکھ چکے ہیں ان بچوں کا سوچو جن کی زندگی مستقبل سب داؤ پر لگا ہے کہنے کو گل رخ اپنے گھر کی ہو گئی ہے کبھی اس کے چہرے اور آنکھوں میں دیکھا ہے اس کے دلہناپے کے دن ہیں تم سب کو معلوم ہے اماں کی اور ہماری تو بہت مرضی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کی گل رخ سے شادی ہو جائے پر گل رخ کسی طرح بھی مان کے نہیں دے رہی تھی ایک تو عمر میں کافی فرق ہے اور دوسرا خان بابا کی زبانی ان کے غصے کی داستانیں کیسے بروقت کام نہ کرنے پر ملازموں کی پٹائی کرتے ہیں میری بچی بہت گھبراتی تھی پر ایک بات نے اس معصوم نے خوشی خوشی ہاں کر دی اپنا گھر پالینے کی چاہت کہ خان بابا نے ہمارے لدھیانہ لے گھر کے بارے میں بتایا تو ڈاکٹر صاحب نے جگدیش بابو کو رقم ادا کر کے گھر خرید لیا تھا ہمارا آبائی گھر تم سب کو بتانے کا موقع نہیں ملا خان بابا کو میں نے منع کر دیا تھا کہ یہ خوش خبری میں خود سناؤں گی پر دیکھو حالات کی ستم ظریفی ہمیشہ خاموش رہنے والی زخمی بچپن سے یک بھرپور گھر کی تمنا کیسے اس کے دل میں مچل رہی تھی اپنا گھر پالینے کی خوشی میں تمام خدشات مٹا کر راضی بارضا ہو گئی۔ اور اب ساری صورتِ حال کیا ہے بس اللہ ہی کرم کرنے والا ہے۔ باتیں کرتے کرتے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا گھڑیال نے ایک بجایا تو سارہ تم گھڑیال بھی لے آئیں ماشاءاللہ بڑی ذہانت سے ضروری سامان لائی ہو کچھ چیزیں تو اتنی اہم نہیں ہوتیں پر ان سے یادیں بہت انمول ہوتیں ہیں دیکھنے میں یہ ایک بوسیدہ سا گھڑیال ہے پر ہمارے بہترین وقت کا ساتھی ہے۔

خان بابا نے ریڈیو کی آواز بلند کرتے ہوئے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا کیوں کہ خبریں نشر ہونے کا وقت تھا آج کل تو جن کو خبروں سے بالکل دلچسپی نہیں تھی وہ بہت توجہ سے خبریں سنتے تھے۔ گل رخ اور صاحبہ چپکے چپکے باتیں کرنے لگیں زخمی اب

تو ڈاکٹر صاحب سے ڈر نہیں لگتا بہ ظاہر تو تمھارا بہت خیال رکھتے ہیں نہیں نہیں واقعی بہت خیال کرتے ہیں دراصل ملکی حالات کی وجہ سے پریشانی ہے اور وہ ہم سب کی سانجھی ہے میں تو بس دعا کرتی ہوں جب تقسیم ہو تو لدھیانہ پاکستان کے حصے میں آئے پھر ہم بھی سب سکون سے اپنے گھر میں رہیں ہاں زخمی پھر تو بہت مزہ آئے گا ہم دونوں کی تو سب دوست وہیں پر ہی ہیں ہاں صاحبہ ڈاکٹر صاحب کہ رہے تھے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تو خوب گھمائیں پھرائیں گے میں تو ان کو اپنا فلم دیکھنے کا شوق بھی بتایا ہے بس ایک مشکل ہے وہ کیا صاحبہ نے گھبرا کر پوچھا وہ پردے کے سخت پابند ہیں اپنے خاندان کے پردے کے بارے میں بتا رہے تھے آٹھ نو سال کا لڑکا بھی ہماری حویلی نہیں آ سکتا اور یہ کہ ان کے گھر کی خواتین صرف گھر تک ہی محدود ہیں مجھے تو بس ابھی نوکروں کے سامنے آنے کو منع کیا ہے باقی اور کچھ نہیں شاید ان کا اپنے بارے میں خیال ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے مختلف ہیں آخر شادی سے پہلے بی بی نے بھی اپنے رہن سہن کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا اب دیکھو نا برقعہ تو ہماری طرف بھی پہنا جاتا ہے لیکن شاید اس قدر سخت نہیں ہیں ہم لوگ جتنا کہ ڈاکٹر صاحب ہیں بی بی والی بات ہے بیٹا کچھ مان لو اور کچھ منوا لو کے مصداق زندگی گزرے گی اچھا اللہ میاں تمھیں ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت دے صاحبہ نے دل کی گہرائیوں سے زخمی کو دعا دی۔

بالآخر کافی جدوجہد کے بعد ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء ، ۲۷ رمضان مبارک کی بابرکت گھڑی میں اسلامی ریاست پاکستان وجود میں آیا اس کا اعلان ریڈیو پر ہوا تو مسلمانوں کے جذبات قابلِ دید تھے بہت سارے جی دار نوجوان بوڑھے اس جدوجہد میں شہید ہوئے عورتوں بچیوں کی عزتوں کو تار تار کیا گیا بہت سارے بچوں کو ماؤں کی کوکھ میں ہی مار ڈالا گیا کیا مظالم نہ ڈھائے گئے جن کے ساتھ بیت گئی سو بیت گئی لیکن قائدِ اعظم جیسے لیڈر کی قیادت میں ہر قدم اپنی منزل پاکستان کی طرف گامزن تھا پاکستان پاک لوگوں کی رہنے کی جگہ۔ جہاں پر مکمل مذہبی آزادی ہو گی تمام مسلمان مکمل بھائی چارے کے ... سے گے

سب اپنے ہوں گے سب کے دکھ سکھ سانجھے ہوں گے سب لوگوں کی عزت جان و مال حفاظت سے ہوں گے جوانوں کی حق تلفی نہیں ہوگی رشوت ستائی بدعنوانی نہیں ہوگی کسی نظر میں ایک دوسرے کے لیے حقارت نہیں ہوگی سب کو اپنا جائز مقام ملے گا انشا اللہ ہر طرف یہی پُر جوش گفت گو تھی سب کے جذبے پُر جوش تھے سب کے رستے زخموں پر اپنے پیارے طن پاکستان کا پھایا لگ گیا تھا لٹے پٹے لوگ قافلوں کی صورت میں پاکستان کی طرف روانہ تھے کچھ بدنصیب راستے میں ہی انتہا پسند ہندوؤں کا نشانہ بن رہے تھے قتل و غارت کا سلسلہ جاری تھا۔

خان بابا آج بہت زیادہ پریشان نظر آ رہے تھے کیا یہاں پر بھی خطرہ محسوس ہو رہا ہے ہوں ساجد میاں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ڈاکٹر صاحب اپنے فرائض کی سرانجامی میں اس قدر مصروف ہیں کہ مشورے تک کا وقت نہیں ہے اللہ کے حکم سے پاکستان بن چکا ہے لوگ جوق در جوق اپنی منزل پاکستان کی طرف روانہ ہیں تقریباً لوگ جا چکے ہیں سنانے کی سی کیفیت ہے میرا تو دل بہت گھبرا رہا ہے۔ ماشکی ابھی کچھ دیر قبل صحن میں چھڑکاؤ کر کے گیا تھا صحن میں چارپائیوں پر صاف ستھرے بستر لڑکیوں نے کر دیئے تھے۔ اب سر جوڑے تبادلہ خیالات ہو رہا تھا اتنے میں ڈاکٹر صاحب تھکے ہارے گھر میں داخل ہوئے ایک دوائیوں کا پیکٹ اور خشک دودھ کے ڈبے زخمی کے ہاتھ میں تھمائے آج کل زخمی کی طبیعت خراب تھی وہ ماں بننے کے ابتدائی دور سے گزر رہی تھی۔ شیراز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زخمی کو اس خوفناک ماحول کی پریشانیوں سے کہیں دور لے جائیں جہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں۔ اسی سوچ میں گم وہ قریب رکھی آرام کرسی پر ڈھیر ہوئے اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی ایک گھمبر سناٹا تھا کیا بات ہے۔ برخوردار کوئی خاص بات ہے ہاں آج میرے کمپوڈر امریش سنگھ نے بتایا ہے کہ کل بلوائیوں کا پروگرام ہے کہ اس علاقے کے گھروں کو آگ لگانے کا پروگرام ہے میں ابھی اسٹیشن سے آیا ہوں۔ اتفاق سے اسی گلی کے موڑ پر ہی چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ سننے میں آ رہا ہے کہ کسی بھی وقت آخری اسپیشل ٹرین گزرے گی۔ بزرگوں میں نیک

اور نیکوں میں بد اس وقت امریش سنگھ کے دل میں اللہ کرے واقعی ہمدردی کے جذبات ہوں
گارڈ کی معلومات کے مطابق ٹرین یہاں پر تقریباً ایک گھنٹے تک آئے گی آپ سارے فوری
سامان کے ساتھ بالکل ریڈی رہیں تمام خواتین کے حواس جواب دے رہے تھے البتہ صاحبہ
اور رخی اندر کمرے میں تھیں۔ صاحب کو احتیاط سے باہر بلا کر سمجھا لیا تھا کہ فوری سامان رکھ لو۔
البتہ ارشاد باجی نے زیورات اور روپیوں کی بیلٹ کمر سے باندھ لی اس سب نے جو جو تھا
احتیاط سے رکھ لیا سارہ اپنے تھیلے جو وہ ہمراہ لائی تھیں ایک دو کے علاوہ اسی طرح بند تھے
سب کے ہاتھوں میں تھما دیئے تھے زبان پر مسلسل قرآنی آیات کا ورد تھا۔ دل کی دھڑکنیں
بے قابو ہو رہی تھیں شکر تھا کہ اشٹیشن چند قدم پر تھا۔ سب کے سب دروازہ تھام کے کھڑے
ٹرین کے وصل کا انتظار کر رہے تھے اچانک زبیدہ آپا چلائیں ارے اظہر کہاں پر ہے۔ بے
قراری سے اظہر کو آوازیں دینے لگیں اچانک اظہر پسینے میں شرابور ہاتھ میں ایک پیکٹ
تھامے کمرے سے نکلا امریش سنگھ کے کھانسنے کی آواز پر چوکس ہو گئے ڈاکٹر شیراز باہر کی
طرف لپکے امریش سنگھ اچانک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بغل گیر ہوا ڈاکٹر صاحب بھگوان
آپ سب کی رکشا کرے ٹرین ۱۵ منٹ تک پہنچ رہی ہے۔ اب میں آپ کے ساتھ نہیں
جا سکتا اس سے آگے آپ کا ساتھ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ کا اتنا ہی ساتھ دینا ہمارے لیے
کافی ہے۔ اللہ ہم سب کا نگہبان ہے ڈاکٹر کے اشارے پر سب لوگ تیزی سے اشٹیشن کی
جانب بڑھنے لگے شیراز نے مضبوطی سے چادر میں لپٹی رخی کا ہاتھ تھام لیا رخی حسرت و یاس
اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی گرتے پڑتے اشٹیشن کو پہنچ گئے ٹرین مکمل نہیں رکی تھی دھیرے
دھیرے رنگتی پر چڑھ گئے اور دو لڑکوں نے تمام خواتین اور خان بابا کو گود میں اٹھا کر ٹرین کے
فرش پر بٹھا دیا ٹرین کھچا کھچ بھری ہوئی تھی آہستہ آہستہ سب نے فرش پر جگہ بنائی لڑکے
کھڑے ہو گئے اور دروازے کو مضبوطی سے بند کر دیا تمام مسافر دم سادھے منزل پر پہنچنے
کے منتظر تھے۔ خان بابا نے حواس بحال ہوتے ہی ہر ایک کو دیکھ کر تسلی ہوئی لمحہ شکر تھا کہ تمام
لوگ باحفاظت سوار ہو گئے تھے شکر ہے لڑکوں نے بہت ہمت کی تھی ٹرین سرپٹ دوڑ رہی

تھی۔ اماں بی بی، ارشاد باجی وغیرہ نے نکلتے نکلتے بستر کی چادریں اوڑھ لیں تھیں ان چادروں کی اوٹ میں لڑکیوں کو چھپالیا تھا زبان پر مسلسل قرآنی آیات تھیں اچانک ٹرین میں بچے کے رونے کی آواز آنے پر سب چونک گئے۔ بچہ شاید بخار کی وجہ سے بے چینی محسوس کر رہا تھا ٹرین میں گھپ اندھیرا تھا ٹرین کے دونوں اطراف کے دروازوں پر نوجوان پہرا دے رہے تھے شروع شروع کی ٹرینوں میں بے لوٹ مار ہوئی تھی لوگ ڈرے ہوئے تھے عورتوں کی قیمتی خزانوں کی طرح حفاظت کی جارہی تھی۔

رخی نے پاس کھڑے شیراز کا کندھا ہلا کر ہولے سے پوچھا ہم کب تک پاکستان پہنچیں گے اس خوفناک سفر سے دم گھٹنے لگا ہے گھبراؤ نہیں اب انشاء اللہ جلد ہی ہم (لاہور) پاکستان میں داخل ہو جائیں گے بہت مشکل کٹ گئی ہے اللہ خیر کرے گا لاہور کے جلد آنے کا سن کر چہروں اور دل میں گہرا اطمینان اُتر آیا تھا۔ بے گھری کی کیفیت کے بعد یک دم گھر کا سکون یاد آنے لگا تھا منزل چند گام پر تھی بے قراری دوگنا ہوگئی تھی ٹرین پاکستان کی حدود میں داخل ہوگئی تھی ٹرین پرُ جوش نعروں سے گونج رہی تھی پاکستان کا مطلب کیا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اب نہ تو روتے بچوں سے گھبراہٹ تھی نہ ہی بیٹیوں کی عزت و آبرو کا خطرہ تھا بہت قربانیوں کا ثمر پاکستان سب اپنی چھلکتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اچانک ٹرین ایک جھٹکے سے رکی لوگ بے تابی پاک سرزمین کی مٹی کو بوسہ دے رہے تھے سجدہ شکر ادا کر رہے تھے۔

"شب گریزاں ہوگئی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے"

امی انھیں نا بہت دیر سے (گل رخ) کی بہو ناز ان کو اٹھا رہی تھی ہوں۔ دراصل آپ اتنی دیر تک سوتی نہیں ہیں فراز بھی آفس جانے سے پہلے آپ کے کمرے میں جھانک رہے تھے اچھا تو فراز آفس جا چکا ہے پھر تو کافی دیر ہوگئی ہے بیٹی تم ایسا کرو ناشتہ لگواؤ میں

ڈائننگ روم میں آ رہی ہوں گل رخ نے کسل مندی سے کہا اور آنکھوں پر موٹے شیشوں کا چشمہ لگا کر باتھ روم کی جانب قدم بڑھا دیئے ناز اپنی ساس کی طبیعت کو بھانپتے ہوئے ملازم کو ناشتہ بیڈ روم میں ہی لانے کے لیے کہہ دیا اور خود آرام سے بیڈ پر بیٹھ کر تازہ اخبار کا مطالعہ کرنے لگی ڈاکٹر شیراز اور گل رخ کے آنگن میں دو پھول زرین اور فراز تھے زرین کی ایک بیٹی آمنہ دو بیٹے راحیل اور عدیل اور فراز کے دو بیٹے محمد عمر اور رعید پاک فوج میں میجر کے عہدے پر فائز تھا۔ڈاکٹر شیراز ایک بہترین شوہر اور بے حد محبت کرنے والے باپ تھے ۲۷ سالہ خوش گوار ازدواجی زندگی گزار کر اپنے دونوں بچوں کے فرض سے سبک دوش ہو کر دونوں میاں بیوی مستقبل کے پلان بنا رہے تھے کہ اچانک ہی ہارٹ اٹیک سے ڈاکٹر شیراز گل رخ اور بچوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئے۔

اب کافی عرصے سے گل رخ اپنے بیٹے میجر فراز کے ساتھ رہائش پذیر تھیں قدرت نے بے حد اچھی اولاد سے نوازا تھا بس شیراز کی جدائی نے بے موت مار ڈالا تھا زندگی کا ساتھی نہ ہونے کا احساس قدم قدم پر ہوتا کتنے ہی ماہ و سال گزر چکے تھے نواسے نواسی پوتے پڑھ لکھ کر خوب سے خوب تر کی تلاش میں تھے زرین گل نے اپنی بیٹی آمنہ کی شادی کر دی تھی زندگی معمول کی ڈگر پر رواں دواں تھی کیا بات ہے امی آپ بہت زیادہ پریشان ہیں کیا مجھ سے شیئر نہیں کریں گی ارے نہیں بیٹا ایسی بات سوچنا بھی نہیں دراصل کل شام جب سے زرین کا فون آیا ہے مجھے ایک پل بھی سکون نہیں آیا پوری رات سو نہ سکی زرین نے اپنے خیال کے مطابق تو عام سی باتیں کیں جیسے اور بہت سے پاکستانی اپنے ملک کے بارے میں دل بھر کے تبصرے کرتے ہیں ناقص تعلیم کا رونا سب سے زیادہ ہے اور دیگر مسائل ہو سکتا ہے یہ حقیقت پر مبنی ہوں پر امی باجی گل نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی بل کہ وہ کل بمعہ فیملی ملنے آ رہیں ہیں۔

بیٹی تم ہم بوڑھے لوگوں کے جذبات اور دکھ کو محسوس نہیں کر سکتے میں گزشتہ رات پرانی یادوں میں کھو گئی تھی جو کہ ۱۹۴۷ء میں اپنے گھر بار جانوں کی قربانیاں دے کر اپنے وطن

پاکستان آ بسے تھے بیٹا تم اپنے وطن میں آزادی مل جانے کے بعد پیدا ہوئے تمھیں آزادی کا کیا پتہ صرف کتابوں میں اور ہم جیسے لوگوں کی باتیں کبھی دل جمعی سے شاید ہی سنی ہوں بس ۱۴ اگست کو یومِ آزادی مناتے ہو چھٹی کے دن کو خوب انجوائے کرتے ہو کبھی دل کی گہرائیوں سے آزادی کی قدر و قیمت کو محسوس نہیں کرتے ہو پر ہاں بیٹا اس وقت میں جذباتی ہو رہی ہوں دراصل تمھاری باجی گل نے کل اپنی فیملی سمیت یہاں پاکستان سے شفٹ ہونے کی خبر دی تھی بقول میری بیٹی اور اس طرح کے بے شمار خاندان آج کل دوسرے ملکوں میں جا کر زیادہ پُر سکون ہونا چاہتے ہیں ان کی نظر میں وہاں پیسہ ہے ترقی ہے بس بیٹا تمھارے لیے یہ کوئی بات نہیں مجھ جیسی بڑھیا کے لیے بہت بڑی بات ہے۔ اللہ کرے آئندہ آنے والی نسلوں کو اپنے ملک اپنی مذہبی آزادی کی قدر و قیمت کا اندازہ اور تن وہی اور ایمان داری سے اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے سوچیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو دل سے محسوس کریں اور ان سب قربانیوں کو رائیگاں نہ جانے دیں اور سب مل جل کر اپنے ملک کو اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے پُر سکون سا گوشہ بنائیں اور ہم سب کو اپنے پاکستانی ہونے پر شرمندگی نہیں فخر ہونا چاہیے ہماری تو یہی دعا ہے آمین ثم آمین۔

ناول، افسانے، ڈرامے، سفرنامے وغیرہ

کتاب	مصنف
مسرت کی تلاش	ڈاکٹر وزیر آغا
شام کی منڈیر سے (آپ بیتی)	ڈاکٹر وزیر آغا
پگ ڈنڈی (انشائیے)	ڈاکٹر وزیر آغا
تین سفر	ڈاکٹر وزیر آغا
حاصلِ عمرِ گریزاں (آپ بیتی)	حسن عسکری کاظمی
غبار (افسانے)	قیسی رام پوری
زمیں ظالم ہے (سقوط ڈھاکا کے تناظر	
دشتِ لوط کا مسافر (ناول)	پائندہ محمد خاں
بقائے زیست	عنبرین گل
آشفتہ کے افسانے	مرتبہ: عمران پاشا
پہلی اڑان	حسنین نازش
پیاس (افسانے)	عقیلہ کاظمی
بے زبانوں کی زبانی (کہانیاں)	احمد عظیم
گوہر نایاب	احمد عظیم
خواب صحرا زندگی (کہانیاں)	امداد حسین خان زرگوی
ٹھنڈا گوشت	سعادت حسن منٹو
آتش پارے	سعادت حسن منٹو
اندھیرا اُجالا (ڈرامے)	یونس جاوید
لاگ لگاؤ (افسانے)	عرفان پاشا
اشک بے داستان (افسانے)	ڈاکٹر سمانہ ذیشان
فیری میڈوز (سفرنامہ)	آغا سلمان باقر

اظہار سنز

19۔ اردو بازار لاہور فون: 7230150

ہیڈ آفس: 9۔ ریٹی گن روڈ لاہور فون: 7220761

E-mail: izharsons_2004@hotmail.com

www.izharsons.com